ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:- نصیر احمد قمر

جلد 24 | جمعۃ المبارک 15؍ستمبر 2017ء | 23 ذوالحجہ 1438 ہجری قمری ❁ 15؍تبوک 1396 ہجری شمسی | شمارہ 37

نورِ الٰہی کی پناہ

سفرِ طائف سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

”اے اللہ! مَیں تیرے عزت والے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے زمین و آسمان روشن ہیں اور جس نے اندھیروں کو منور کر دیا ہے اور جس کے ساتھ دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا مَیں تیری ناراضگی کا مورد ٹھہروں، تیرے سوا کسی کو کوئی طاقت اور قوت حاصل نہیں“۔

(سیرت ابن ہشام جلد 1۔ باب سعی الرسول الی ثقیف)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ باہم متقابل ہیں۔ جہاں تک عیسیٰؑ کا تعلق ہے تو وہ اسرائیلی شریعت کے خادموں اور سلسلۂ موسیٰ کے انبیاء میں سے ہیں اور انہیں مستقل کامل شریعت نہیں دی گئی اور نہ ہی اُن کی کتاب میں حرام و حلال، وراثت، نکاح اور دیگر مسائل کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! نصیحت پکڑو اور بیدار ہو جاؤ کیونکہ مسیح حَکَمْ آ گیا ہے۔ پس آسمانی علم مانگو اور بارگاہِ مولیٰ میں اپنی متاع کو قیمتی نہ جانو۔ اور بخدا میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے افترا نہیں کیا

”اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ باہم متقابل ہیں۔ اور اسی طرح اللہ نے ارادہ کیا اور فیصلہ کیا ہے اور جہاں تک عیسیٰؑ کا تعلق ہے تو وہ اسرائیلی شریعت کے خادموں اور سلسلۂ موسیٰ کے انبیاء میں سے ہیں اور انہیں مستقل کامل شریعت نہیں دی گئی اور نہ ہی اُن کی کتاب میں حرام و حلال، وراثت، نکاح اور دیگر مسائل کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ اور عیسائی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ اسی لئے تُو ان کے ہاتھوں میں تورات کو ویسے ہی دیکھتا ہے جیسے انجیل کو۔ اور ان کے بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ کے خون کے کفّارہ کے ذریعہ ہم توریت کی شریعت کے بوجھوں سے نجات دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے بعض دوسرے فرقے ہیں جو اسے حرام قرار دیتے ہیں جسے تورات نے حرام قرار دیا اور وہ خنزیر نہیں کھاتے۔ مثلاً آرمینیا کے عیسائی اور وہ زمانے کے لحاظ سے دوسرے فرقوں کی نسبت قدیم ترین ہیں۔ اور وہ سب اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کا فضل لے کر آئے اور موسیٰؑ شریعت لے کر آئے اور انہوں نے ان دونوں کا نام عہدِ شریعت اور عہدِ فضل رکھا اور پہلے کا نام انہوں نے عہد نامہ عتیق اور دوسرے کا عہد نامہ جدید رکھا۔ اگر تُو اس بارے میں شک میں ہے تو ان سے پوچھ۔

ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بنی اسرائیل کی طرف توجہ فرمائی اور موسیٰؑ سے ایک سلسلہ قائم فرمایا اور عیسیٰؑ پر اسے مکمل کیا اور وہ اس سلسلہ کی آخری اینٹ تھے۔ پھر اللہ نے بنی اسماعیل کی طرف توجہ فرمائی اور ہمارے نبی مصطفیٰ ﷺ کا سلسلہ قائم فرمایا اور آپ ﷺ کو موسیٰ کلیم اللہ کا مثیل بنایا تا کہ وہ ہر عطا میں مقابلہ دکھائے اور اس سلسلہ کو مثیلِ عیسیٰؑ پر ختم فرمایا تا کہ وہ اس سلسلہ پر بھی یہ نعمت اسی طرح تمام کرے جس طرح اُس نے اِسے پہلے سلسلہ پر تمام کیا تھا اور اگر یہ سلسلہ محمدیہ اس مسیح محمدی سے خالی ہوتا تو تب تو یہ ایک بہت ناقص تقسیم ہوتی۔ پس پوری طرح غور و فکر کرو۔ اور اے عقلمندو! صرف اس امر کے لئے ہی عقل ہے اور صدق ہی انسان کو نجات دیتا ہے۔ پس حضرت باری کے دَر کو کھٹکھٹا کر اُسی سے مانگو اور اس مقصد کے لئے اللہ کی طرف کلیۃً متوجہ ہو جاؤ۔ اور راتوں کے وسط میں اُسے پکارو اور خدائے ذوالعزت والجبروت کے آگے روتے ہوئے گر جاؤ۔ اور ٹھٹھا کرتے اور طعن و تشنیع کرتے ہوئے نہ گزرو۔ اور شیطان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگو۔

اے اللہ کے بندو! نصیحت پکڑو اور بیدار ہو جاؤ کیونکہ مسیح حَکَمْ آ گیا ہے۔ پس آسمانی علم مانگو اور بارگاہِ مولیٰ میں اپنی متاع کو قیمتی نہ جانو۔ اور بخدا میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے افترا نہیں کیا، اور نا کام ہوا جس نے افترا کیا۔ یقیناً اللہ کے دن آ گئے اور جس نے انکار کیا اس پر حسرتیں ہیں۔ اور اعراض کرنے والا جدھر سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔ اور یہ سچ ہے اور مَیں سچ ہی کہتا ہوں کہ مسیح کا آنا اسی اُمّت میں سے اللہ کی طرف سے بتقاضائے غیرت اٹل امر تھا اور روزِ ازل سے اس کا ظہور مقدر تھا۔ اور اس میں یہ راز مخفی تھا کہ اللہ نے ارادہ فرمایا کہ نفیٔ غیر اور حضرت احدیّت کی طاعت میں فنا ہونے میں دنیا کے آخر کو اوّل کی طرح بنا دے۔ اور جبری وحدت کی طرف بلائے جانے کے بعد لوگوں کو ایک فطری وحدت کی لڑی میں پروئے۔ اور لوگ مختلف فرقوں، مختلف النوع آراء اور متخالف خواہشات میں بٹے ہوئے تھے۔ اور شیطانی، دجّالی اور ظالمانہ حکومت کے مطیع تھے اور سکینت کی فوج کے ان پر نزول تک وہ باز آنے والے نہ تھے۔ اور شیطان جو قدیم اژدہا اور عظیم دجّال ہے اپنی قید سے انہیں چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ ان سب کو ہڑپ کر جائے اور انہیں آگ کا ایندھن بنا دے کیونکہ اس نے اپنی مہلت کے باقی ماندہ ایام کی طرف دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ مہلت کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں پس وہ مغلوب ہونے سے ڈر گیا کیونکہ وہ اسی وقت تک کے لئے ہی مہلت دیا گیا تھا۔ پس اس نے جان لیا کہ وہ یقیناً ہلاک ہونے والا ہے۔ پس اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے حملوں میں سے آخری بھرپور حملہ اور آخری تدبیر کرے۔ پس اس نے اپنی سب چالیں، حیلے، اسلحہ اور تمام جنگی آلات جمع کئے۔ پس وہ رَواں دَواں پہاڑوں اور متلاطم سمندر کی طرح اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا تا کہ وہ اپنی ذرّیت و نسل سمیت خلافت کے مخصوص علاقہ میں داخل ہو جائے۔ تب اللہ نے اپنے مسیح کو آسمان سے آسمانی حربہ کے ساتھ نازل فرمایا تا کہ کفر اور ایمان کے درمیان قسمت کا فیصلہ ہو جائے اور اس کے ساتھ اپنے نشانات اور آسمانی فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔

پس آج داعی الی اللہ اور داعی الی غیر اللہ کے درمیان شدید جنگ اور عظیم لڑائی کا دن ہے اور یہ ایسی جنگ ہے جس کی نظیر نہ پہلے زمانوں میں سنی گئی اور نہ اس کے بعد سنی جائے گی۔ آج جھوٹا مکّار دجّال اپنی تدبیروں کے استعمال میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گا اور تضرّع کرنے والا مسیح اپنے اقبال الی اللہ اور توجہ الی الخالق کے ایفاء میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا۔ اور دونوں شدید جنگ کریں گے یہاں تک کہ تمام آسمانی وجودوں کو ان کی قوت اور شدت تعجب میں ڈال دے گی اور پہاڑ مسیح کے قدموں کو اپنے سے زیادہ مضبوط پائیں گے اور سمندر اس کے دل کو اپنے پانی سے زیادہ رقّت اور روانی میں پائیں گے۔ گھمسان کا رَن پڑے گا۔ اور مسیح کے ظہور کے دن سے چالیس سال تک جنگ جاری رہے گی یہاں تک کہ مسیح کی دعا اس کے تقویٰ اور صدق کی وجہ سے قبول ہو گی اور نصرت کے فرشتے نازل ہوں گے اور اللہ اپنے بندے پر احسان کرتے ہوئے اس اژدھے (شیطان) اور اس کی فوج کے لئے شکست فاش مقدر کر دے گا اور لوگوں کے دل شرک سے توحید، اور شیطان کی محبت سے خدائے واحد کی محبت، اور غیر اللہ سے خدا میں محویت کی طرف اور نفسانی خواہشات سے زُہد کی طرف لوٹیں گے۔ کیونکہ شیطان نفسانی خواہشات اور خدا سے قطع تعلق کی طرف بلاتا ہے اور مسیح وحدت اور فنا کی طرف بلاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اَزل سے ذاتی عداوت ہے اور جب مسیح غالب ہو گا تو اس وقت رحمانی اور شیطانی لشکروں کے درمیان جاری سب لڑائیاں ختم ہو جائیں گی۔ تب اس دنیا کے دَور کا اختتام ہو گا اور زمانہ اپنا دائرہ مکمل کرے گا اور فطرتِ انسانی اپنی پہلی ہیئت کی طرف لوٹ آئے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہیں ان کی اَزلی بدبختی نے گھیر رکھا ہے۔ پس یہی لوگ محروم ہیں۔ اور اللہ نے اپنے فضل و احسان سے یہ عظیم الشان فتح مسیح محمدی کے ہاتھ پر مقدر کر دی تا کہ وہ لوگوں کو دکھائے کہ وہ اسرائیلی مسیح سے اپنے اکثر کاموں میں کامل تر ہے۔ اور یہ اللہ کی وہ غیرت ہے جسے نصاریٰ نے اپنے مسیح کی مبالغہ آمیز تعریف سے جوش دلایا۔ اور جب مسیح محمدی کی یہ شان ہے تُو اس نبی کی شان کتنی بلند ہے جس کا وہ اُمّتی ہے۔ اے اللہ! اس پر ایسا درود و سلام نازل فرما جو تیری برکات میں سے کسی برکت سے خالی نہ ہو اور اپنی تائیدات اور نشانات سے اس کے دشمنوں کے چہرے سیاہ کر دے۔ آمین۔ الراقم میرزا غلام احمد، بمقام قادیان۔ پنجاب، 25؍اگست 1901ء“

(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 14 تا 23۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)……………………

جہاں تک جماعت احمدیہ مسلمہ کا تعلق ہے ہم جہاں بھی جاتے ہیں محبت، پیار، امن اور سلامتی کا پیغام دیتے ہیں اور یہ اسلام کی تعلیم ہے۔

جماعت احمدیہ مسلمہ جو حقیقی اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والی ہے وہ خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔

اگر حقیقی امن اور سلامتی قائم کرنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بجائے اپنے حق لینے کا مطالبہ کرنے کے دوسروں کے حق دینے کی کوشش کرو۔

مسجد بنانے کے بعد ہم پر جس طرح یہ فرض بن جاتا ہے کہ ہم اپنی مسجد کی حفاظت کریں، اس کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، اس کے ماحول کو پاک رکھیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اپنے ماحول میں اگر دوسرے مذاہب کی عبادتگاہیں ہیں تو ان کی بھی حفاظت کریں اور ان کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی بھی کوشش کریں۔

ہمارے ایمان کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جس جس ملک میں احمدی رہتا ہے وہاں اس ملک سے محبت کرے اور اس کی بہتری کے لئے کام کرے اور وہاں کے لوگوں میں محبت اور امن اور پیار کا پیغام پہنچائے اور پھیلائے۔

جرمنی کے شہر Marburg میں مسجد کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب فرمودہ 19/اپریل 2017ء بروز بدھ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

سب سے پہلے تو مَیں آپ سب معزز مہمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتا ہوں۔ سلامتی امن پیار اور محبت کا تحفہ دیتا ہوں۔

اس وقت مَیں دیکھ رہا ہوں کہ کافی بڑی تعداد میں مقامی لوگ ہماری مجلس میں آئے ہوئے ہیں اور آپ لوگوں کا یہاں آنا یقیناً اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ لوگ بڑے کھلے دل کے ہیں اور ایسے کھلے دل کے لوگوں کے لئے جس حد تک محبت اور سلامتی اور پیار کا تحفہ دیا جائے وہ کم ہے۔ یہی حقیقت ہے کہ اگر ہم کھلے دل کے ہوں، ایک دوسرے کو سمجھنے والے ہوں، ایک دوسرے کی رائے کو سننے والے ہوں تبھی معاشرے میں امن اور سلامتی بھی پیدا ہوتی ہے۔ پس اس بات پہ سب سے پہلے جہاں مَیں نے آپ کو سلامتی کا تحفہ دیا آپ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں میں یہ خصوصیت ہے کہ آپ دوسرے کی بات سننا بھی چاہتے ہیں اور یہی حقیقت ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ لوگ اس وقت یہاں موجود بھی ہیں اور یہاں موجود ہونا اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں کچھ سنیں، کچھ سمجھیں کیونکہ یہ خالصۃً ایک ایسا فنکشن ہے جو ایک مسلم جماعت کا مذہبی فنکشن ایک لحاظ سے اس لئے ہے کہ یہ اپنی عبادتگاہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور اس میں آپ لوگوں کا آنا کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یقیناً آپ لوگوں کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ جائیں۔ ہم بڑے عرصے سے احمدیوں کے واقف بھی ہیں، ان سے تعلقات بھی ہیں، جانتے بھی ہیں، جماعت کی یہاں activities بھی ہیں اس کو تو ہم نے سمجھا لیکن مسجد کی بنیاد کے فنکشن کو جا کے دیکھنا چاہئے کہ وہاں کس طرح یہ لوگ اپنے فنکشن کرتے ہیں اور کیا باتیں ہوتی ہیں۔ تو اس لحاظ سے آپ لوگ واقعی قابل تعریف ہیں۔

دوسرے یہاں کے احمدیوں سے جو یہاں رہتے ہیں ان سے بھی مَیں اس لحاظ سے خوش ہوں کہ انہوں نے مقامی لوگوں سے یہاں آ کے تعلقات بڑھائے اور یہ احمدیوں سے تعلقات کی وجہ سے ہی ہے، احمدیوں کا آپ لوگوں میں گھل مل جانا یہ بھی ایک وجہ ہے جو آپ لوگ ان کی دعوت پر یہاں تشریف لائے اور ہمارے اس فنکشن کو رونق بخشی۔

جہاں تک جماعت احمدیہ مسلمہ کا تعلق ہے ہم جہاں بھی جاتے ہیں محبت، پیار، امن اور سلامتی کا پیغام دیتے ہیں اور یہ اسلام کی تعلیم ہے۔

امیر صاحب نے ذکر کیا کہ یہاں ہم خدمت خلق کے کام کرتے ہیں۔ بوڑھوں کے old people houses میں یا دوسری مختلف قسم کی چیریٹیز میں۔ تو خدمتِ خلق کے کام ایک انسان کا فرض ہے۔ ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کے کام آئے قطع نظر اس کے کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ بحیثیت انسان ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئے۔ ہمیں ایک دوسرے کے کام آنا چاہئے اور ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنا چاہئے اور یہ انتہائی ضروری چیز ہے۔ اگر یہ نہیں تو عبادت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ ایسے لوگ جو صرف مسجدوں میں آتے ہیں یا نمازیں پڑھنے والے ہیں اور پھر نمازیں پڑھ کے دوسروں کو دکھ دیتے ہیں، ان کے کام نہیں آتے، یتیموں کی خبر گیری نہیں کرتے، بوڑھوں کی خدمت نہیں کرتے، غریبوں کی مدد نہیں کرتے یا اور مختلف قسم کے خدمت خلق کے کام نہیں کرتے، امن اور پیار اور محبت اور سلامتی نہیں پھیلاتے تو ان کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ وہ ان کے لئے گناہ بن جاتی ہیں۔ پس قرآن کریم اس حد تک جا کے ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم نے خدمت خلق کے کام کرنے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ جو حقیقی اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والی ہے وہ خدمتِ خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔

لارڈ میئر نے یہاں اپنی تقریر میں یونیورسٹی کا ذکر کیا۔ جہاں تک تعلیم کا سوال ہے جماعت احمدیہ دنیا کے غریب ممالک میں تعلیم کے پھیلانے میں بھی بڑا کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں وہ باتیں بتاؤں کہ کس طرح جماعت احمدیہ تعلیم کو پھیلا رہی ہے، عورتوں کے حوالے سے ایک دلچسپ تجزیہ یہ بھی بتا دوں کیونکہ یہاں مَیں دیکھ رہا ہوں کافی تعداد میں عورتیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں کہ جماعت احمدیہ میں مَردوں کی نسبت عورتیں زیادہ تعلیم یافتہ ہیں اور یونیورسٹی کی تعلیم بھی حاصل کرنے والی ہیں۔ مختلف پیشوں میں پیشہ ورانہ تعلیم بھی حاصل کرنے والی ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ ایک عورت جب تعلیم حاصل کرتی ہے تو پھر اس کی تعلیم صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتی۔ یقیناً ہر مرد اور عورت جب تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس تعلیم کو وہ پھیلاتے ہیں۔ اس تعلیم کو حاصل کر کے کسی نہ کسی رنگ میں وہ ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک عورت کو مرد پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے بچوں کو پالنے والی بھی ہے۔ اور اسی لئے بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت عورت کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جنّت عورت کے پاؤں کے نیچے اس لئے ہے کہ ایک عورت تعلیم حاصل کرنے کے بعد آگے جب اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کرتی ہے تو انہیں اچھا شہری بناتی ہے۔ انہیں ملک و قوم کا ایک اثاثہ بناتی ہے اور اس طرح وہ اپنے بچوں کو جنت میں لے جانے والی بنتی ہے۔ اور جنت کا تصور جو اسلام میں ہے وہ یہ ہے کہ جنت دو طرح کی ہے۔ اس دنیا میں بھی جنت ہے اور ایک مرنے کے بعد کی جنت۔ اور اس دنیا کی جنت یہیں شروع ہو جاتی ہے جب ایک انسان ایک باعمل انسان بنتا ہے۔ اعلیٰ اخلاق والا انسان بنتا ہے۔ جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بنتا ہے وہاں وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے، انسانوں سے محبت اور پیار کرنے والا ہوتا ہے اور امن اور سلامتی اور سکون پھیلانے والا ہوتا ہے۔ یقیناً وہ شخص جو امن اور سلامتی اور سکون پھیلانے والا ہو وہ جہاں خود اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے گویا کہ وہ جنت میں ہے، وہ دوسروں کے لئے بھی اس دنیا میں جنت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں دہشت گرد ہیں، دہشت گردی کر رہے ہیں، معصوم لوگوں کو کلب میں جا کر فائرنگ کر کے قتل کر دیا یا suicide bombing کر کے قتل کر دیا یا کسی اور جگہ فتنہ فساد پیدا کر دیا یا مسلمان ملکوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے ملکوں میں ہی اپنے مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں قتل کر رہے ہیں تو یہ لوگ اس دنیا کو جو اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی تھی اس کو بھی جہنم بنانے والے ہیں اور اس لحاظ سے کبھی وہ قابل تعریف نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف اچھے مسلمان ہیں، اچھے انسان ہیں چاہے وہ عیسائی ہیں یا یہودی ہیں یا کسی بھی مذہب کے ہیں جو اپنے ماحول میں امن اور سلامتی اور محبت اور پیار پھیلاتے ہیں گویا کہ انہوں نے اس دنیا کو بھی جنت بنا دیا اور جو لوگ انسانوں کی خدمت کرتے ہیں اس دنیا کو بھی جنت بناتے ہیں۔ ان کے بارے میں جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کی ہی عبادتیں بھی قبول کرتا ہوں اور یہ عبادتیں ہی ہیں جو پھر اگلے جہان میں انسان کو جنت کا وارث بناتی ہیں۔ اور عبادتیں جیسا کہ ذکر ہو چکا بغیر انسانوں کی خدمت کے نہیں بجا لائی جا سکتیں۔ وہ عبادتیں بے فائدہ ہیں جس میں دوسرے انسان کے لئے دل میں ہمدردی اور درد اور پیار نہ ہو۔ پس اس دنیا کی حقیقی جنت بھی بسانے والے وہی لوگ ہیں جو امن پسند اور پیار اور محبت کو پھیلانے والے ہیں اور اگلے جہان کی جنت میں جانے والے اور دنیا کو لے جانے والے بھی وہی لوگ ہیں جو یہ پیار اور محبت پھیلاتے ہیں۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے کہا کہ مَیں دو بڑے مقاصد کے لئے آیا ہوں۔ ایک یہ کہ انسان اپنے خدا کو پہچانے اور اس کی عبادت کرے، اس کا حق ادا کرے۔ دوسرے یہ کہ انسان دوسرے انسان کی عزت اور احترام کرے اور اس کا حق ادا کرے۔

ایک دفعہ مجھے کسی نے پوچھا کہ امن اور سلامتی دنیا میں کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اگر حقیقی امن اور سلامتی قائم کرنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بجائے اپنے حق لینے کا مطالبہ کرنے کے دوسروں کے حق دینے کی کوشش کرو۔ جب ہم دوسروں کے حق دینے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم حقیقی پیار اور محبت پھیلا سکتے ہیں۔

پس یہ تصور ہے جماعت احمدیہ مسلمہ کا عبادت کے بارے میں بھی اور انسانیت کی خدمت کے بارے میں بھی۔

ایم پی (MP) صاحبہ یہاں آئی تھیں انہوں نے بھی رواداری کا ذکر کیا۔ یقیناً رواداری ایک بڑی اہم چیز ہے اور مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ رواداری ہی ہے جس سے ہم ایک دوسرے کا خیال رکھ سکتے ہیں اور آپس میں مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ دنیا میں مختلف مذاہب ہیں۔ مسلمان ہیں، عیسائی ہیں، یہودی ہیں۔ ہم حقیقی مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ تمام مذاہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر مذہب کے بانی اور انبیاء سچے تھے۔ ہم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آنے والے تمام نبیوں اور بانیانِ مذاہب پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں اور یہی اسلام کی حقیقی تعلیم ہے اور یہی وہ تعلیم ہے جس سے رواداری بڑھتی ہے۔ کوئی حقیقی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مَیں فلاں مذہب کے ماننے والے کو نہیں مانتا یا اس کا بانی جھوٹا ہے یا اس کے خلاف میں غلط بات کروں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تو یہاں تک فرمایا ہے کہ تم بتوں کی پوجا کرنے والوں کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کیونکہ اس کے جواب میں وہ خدا کو برا کہیں گے۔ اور جب وہ برا کہیں گے تو پھر دلوں میں رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر فساد پیدا ہوتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، نقصان پہنچانے کی کوششیں کی جاتی ہیں اور اس طرح بجائے محبت کے نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ایک حقیقی

باقی صفحہ نمبر 4 پر ملاحظہ فرمائیں

مصالح العرب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 465

مکرم اکرم سلمان صاحب

گزشتہ تین اقساط میں ہم نے مکرم محمد سلمان صاحب کی بیعت کا واقعہ پیش کیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے جڑواں بھائی اکرم سلمان صاحب نے بھی بیعت کی تھی جو شروع میں بہت مخالف تھے بلکہ احمدیت کی طرف مائل ہونے والے اپنے بھائی محمد کی بھی مخالفت کرتے رہے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بھی حق ڈال دیا اور یہ بھی اپنے بھائی محمد کے ساتھ احمدیت کی آغوش میں آگئے۔

اس دوسرے بھائی یعنی اکرم سلمان کی جماعت کی مخالفت کا کسی قدر احوال ہم نے پچھلی قسط کے نصف آخر میں کیا تھا۔ اس قسط میں ان کے قبول احمدیت تک کے سفر کا احوال پیش کیا جائے گا۔ اکرم سلمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

دن گزرتے گئے اور میرے بھائی محمد سلمان کا احمدیت کی طرف میلان بڑھتا گیا۔ میں اپنے بھائی کے خیالات اور جماعت احمدیہ سے تمسخر کرتا، اسے طعنے دیتا اور اسے غصہ دلانے اور بھڑکانے کی کوشش کرتا، یوں ہمارے مابین ٹکراؤ کی صورت نمایاں ہو کر سب گھر والوں کے سامنے آگئی۔ میری والدہ صاحبہ نے اس کیفیت کو دیکھا تو ہمیں بلا کر سمجھاتے ہوئے کہا کہ ابھی تم دونوں چھوٹے ہو، ابھی تمہارے پڑھنے کے دن ہیں، اگر تم ان ایام میں غیر نصابی سرگرمیوں میں مصروف رہے تو فیل ہو جاؤ گے۔ جہاں تک ایمان کا معاملہ ہے تو کم از اٹھارہ سال کے ہو جاؤ پھر اس کے بارہ میں فیصلے کر لینا۔ میں نے والدہ صاحبہ کی بات مانتے ہوئے وعدہ کر لیا کہ فی الحال خاموش ہو جاتا ہوں۔ لیکن میرے بھائی محمد سلمان نے کہا کہ وہ احمدیت کے بارہ میں پڑھتا رہے گا تاہم گھر میں اس کا تذکرہ نہیں کرے گا۔

دراصل میری والدہ صاحبہ کا خیال یہ تھا کہ کچھ عرصہ تک میرا بھائی گھر میں احمدیت کا ذکر نہیں کرے گا تو بالآخر بھول جائے گا، لیکن محمد سلمان اسے نہ بھول پایا۔ اس نے نہ صرف احمدیت کے بارہ میں اپنا مطالعہ جاری رکھا بلکہ چوری چھپے ایم ٹی اے العربیہ بھی دیکھتا رہا۔

چیلنج اور ہزیمت

چونکہ میں اپنے بھائی اور اس کے خیالات کا مخالف تھا اس لئے مَیں نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے ایم ٹی اے العربیہ دیکھنا بند نہ کیا تو میں والد صاحب کو بتا دوں گا۔ یہ سن کر وہ میری منّت سماجت کرنے لگا۔ یہ صورتحال استہزاء کے لئے بہت مناسب تھی اور میں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بھائی کو شدید تنقید اور تمسخر کا نشانہ بنایا۔ اس نے تنگ آ کر سنجیدہ ہو کر مجھ سے کہا کہ تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ احمدی کہتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اب اگر یہ بات قرآن کریم میں مذکور ہو تو مَیں کیونکر اس کا انکار کرسکتا ہوں؟

مَیں سمجھتا تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جس سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہو۔ اس لئے میں نے اپنے بھائی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ کہاں ہے وہ آیت جس کو دیکھ کر تم لاجواب ہو گئے ہو؟

پھر اس وقت میری حالت بہت عجیب ہو گئی جب میرے بھائی نے سورہ مائدہ کی آخری آیات کھول کر میرے سامنے رکھ دیں۔ ان میں واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول درج تھا کہ: {فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ} (المائدۃ:118) ترجمہ: اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

یہ پڑھتے ہی میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ بات جسے میں محض جھوٹ سمجھ رہا تھا وہ تو سنجیدہ اور لاجواب کر دینے والی تھی۔ مَیں اسی سوچ میں ہی تھا کہ میرے بھائی نے میرے شکوک کو جڑ سے اکھاڑتے ہوئے کہا کہ تمہیں شک تھا کہ شاید احمدی اس بات کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہوں گے کہ اس طرح کی کوئی آیت قرآن کریم میں موجود ہے، یہ تمہارا حق ہے اور یہی خیال مجھے بھی پیدا ہوا تھا۔ اس لئے میں اپنی تحقیق کے دوران جب بھی ایم ٹی اے العربیہ سے کوئی آیت سنتا تو اس کے الفاظ اور اس کا نمبر لکھ لیتا، پھر اسے قرآن کریم کے اس نسخے سے نکال کر چیک کرتا جو ہمارے گھر میں موجود ہے۔ ان کی ذکر کردہ ہر آیت قرآن کریم میں موجود ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ہر سورت کی پہلی آیت شمار کرتے ہیں اس لئے آیت کے نمبر میں ایک آیت کا فرق رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے اور ان کے قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لحاظ سے مولویوں کا احمدیت پر یہ الزام کہ یہ قرآن کریم کی تحریف کی مرتکب ہوتی ہے، سراسر جھوٹا پراپیگنڈہ ہے۔

استجابتِ دعا پر ایمان کی حقیقت

اپنے بھائی کی باتیں سن کر میں نے سنجیدگی کے ساتھ احمدیت کے بارہ میں تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس واقعہ نے مجھے احمدیت کے شدید مخالف سے احمدیت کے بارہ میں تحقیق کرنے والا بنا دیا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنی دینی اور اخلاقی حالت سنوارنی چاہئے تا اس تحقیق میں اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دے اور میری راہنمائی فرمائے۔ چنانچہ مَیں نے نمازوں میں باقاعدگی شروع کر دی اور دعا بھی کرنے لگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میرا استجابت دعا پر اتنا ایمان نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے دیگر مسلمانانِ عالم کے ساتھ مل کر فلسطین کی آزادی کے لئے اس قدر دعائیں کی تھیں لیکن اس کا آزاد نہ ہونا استجابت دعا کے بارہ میں ہمارے ایمان کو مزید کمزور کرنے کا موجب ٹھہرا تھا۔

اب جب میں نے اپنے بھائی کے مشورہ کے بعد احمدیت کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے ہدایت اور راہنمائی کے لئے دعا کرنی شروع کی تو یہی فکر دامنگیر ہوئی کہ نامعلوم یہ دعا قبول ہوتی بھی ہے یا نہیں۔ اس بارہ میں حق الیقین پر قائم ہونے کے لئے میں نے کہا کہ میں چند امور کے بارہ میں دعا کرتا ہوں، اور اگر ان کے بارہ میں میری دعا قبول ہوگئی تو پھر امید کرتا ہوں کہ احمدیت کی حقیقت کے بارہ میں بھی میری دعا قبول ہو جائے گی۔ گو خدا تعالیٰ کے بارہ میں اس طرح کی شرطیں رکھنا ایک فضول امر ہے لیکن اُس وقت میری ذہن میں یہی تجویز آئی اور میں نے اس کے مطابق چھ امور کے بارہ میں دعا شروع کر دی۔

ان میں سے ایک ہماری پڑھائی کا معاملہ تھا۔ ہم سکول سے کالج میں منتقل ہونے والے تھے۔ اس کے لئے ہمیں بہت اچھے نمبر چاہئیں تھے تا ہمیں اپنی پسند کے شعبہ میں داخلہ مل سکے۔ نیز اتنی مالی کشائش بھی ہو کہ ہمارا داخلہ اور پڑھائی کے اخراجات ادا ہو سکیں، کیونکہ ہمارے عمومی حالات میں اگر ہمارے اچھے نمبر آ بھی جاتے تو کالج میں داخلہ کے لئے مطلوبہ رقم میسر نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری دعا سنی اور میرے والد صاحب کو انہی ایام میں غیب سے اتنا رزق عطا فرمایا کہ ہمارے داخلوں کی فیسز وغیرہ کی ادائیگی ہوگئی۔ اس بات پر سب اس قدر حیران تھے کہ ہمارے والدین ہمیں بار بار یہی کہنے لگ گئے کہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیسے تو تمہاری پڑھائی کے لئے ہی ارسال کئے ہیں۔

اسی طرح باقی پانچ میں سے چار امور کے بارہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں قبول فرمائیں اور میری دعا کے موافق نتائج ظاہر ہوگئے۔ اب چھٹا اور آخری معاملہ تھا جو یہ تھا کہ مَیں نے اپنی بڑی بہن کو بارہا حجاب اوڑھنے کا کہا تھا لیکن وہ کسی کی بات نہ مانتی تھی اور کئی بار بات لڑائی جھگڑے تک جا پہنچی تھی۔ میں نے اس بارہ میں بھی دعا کی تھی لیکن اس کے بارہ میں استجابت دعا میں بہت زیادہ تاخیر ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک روز مَیں بیٹھا ان امور کے بارہ میں غور کر رہا تھا تو میرا خیال جماعت احمدیہ کی طرف چلا گیا۔ میں نے کہا کہ جن امور کے بارہ میں مَیں نے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری دعاؤں کو سنا ہے تاہم اپنی بہن کے حجاب کے بارہ میں میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ یہ سوچتے ہی مَیں نے کہا کہ خدایا! اگر احمدیت سچی ہے اور اس کی صداقت کو ہی ثابت کرنے کے لئے تُو نے میری دعائیں سنی ہیں تو اب اس آخری معاملہ میں بھی میری دعاؤں کو قبول فرمالے تا میرا شک یقین میں بدل جائے۔ اسی بارہ میں سوچتے سوچتے میں سو گیا اور جب اگلے روز اٹھا تو وہی خیالات میرے ذہن میں آنے لگے جن کے بارہ میں سوچتے ہوئے میں سویا تھا۔ میں بستر پر لیٹے ہوئے انہی سوچوں میں گم تھا کہ میری مذکورہ بالا بہن آگئی اور آتے ہی مجھے کہنے لگی کہ اکرم! میں نے آج سے حجاب پہننے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس بارہ میں تمہاری رائے لینے کے لئے آئی ہوں۔ میں یہ بات سنتے ہی شدید جذباتی ہوگیا۔ میں نے کہا کہ میں ایک عرصہ سے تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں اور ابھی کل ہی میں نے بڑے تضرّع سے یہی دعا کی تھی۔ یہ سن کر وہ ہنس کر کہنے لگی کہ پھر مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول فرما لی ہیں۔

حقیقتِ احمدیت کے بارہ میں دعا

اُس روز مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے اور اس بات کے اس نے مجھے واضح نشانات دکھا دیئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے دن رات احمدیت کی حقیقت جاننے کے لئے دعا کرنی شروع کر دی۔ اس وقت میرے دل میں کامل یقین مضمر تھا کہ جس خدا نے میری باقی دعاؤں کو قبول فرمایا ہے وہ احمدیت کے بارہ میں بھی میری دعا قبول فرماتے ہوئے اپنے سیدھے راستے کی طرف مجھے ہدایت دے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

اسی عرصہ میں سیریا میں جنگ چھڑ گئی اور ہمارا احمدی احباب سے رابطہ کرنا مشکل ہو گیا بلکہ ہمارا احمدی خالہ زاد بھی سیریا سے گھانا ہجرت کر گیا۔ اس وقت ہم نے عربی ویب سائٹ کا رخ کیا اور اس پر موجود علوم سے خوب استفادہ کیا۔ اس کی وجہ سے ہمارے اکثر سوالات ختم ہو گئے۔

جہاد کے بارہ میں ہمیں شک تھا لیکن جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ کا عربی ترجمہ پڑھا تو میرے لئے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا۔ اسی طرح دجّال کے موضوع پر مکرم منیر ادلبی صاحب کی کتاب نے ہر بات کی خوبصورتی کے ساتھ وضاحت کر دی۔ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ عقائد کا مکمل طور پر قائل ہو چکا تھا اور اگلا مرحلہ بیعت کا تھا جو میرے لئے بہت مشکل تھا۔ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے میں نے پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور استخارہ کر کے حتمی نتیجہ پر پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے کہا کہ خدایا میں کیا کروں؟ اس جماعت کی ہر فکر ہی دوسروں سے اچھی ہے، اس کے عقائد دوسروں کے مقابلہ میں بہت اچھے ہیں، میرے ہر سوال کا جواب ان کے پاس ہے۔ پھر بھی نہ جانے کیوں ڈرتا ہوں۔ تُو میری مدد فرما اور حقیقت مجھے اس طرح دکھا دے کہ جس میں کوئی ابہام نہ رہے۔

قبولیت دعا اور بیعت کا فیصلہ

میں ہر روز ظہر و عصر کے مابین انٹرنیٹ پر مختلف موضوعات کے بارہ میں ریسرچ کیا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ میرے کچھ مہمان آگئے اور میں انٹرنیٹ نہ کھول سکا۔ مہمان رات دیر تک بیٹھے رہے اور ان کے جانے کے بعد میں سو گیا لیکن کچھ دیر کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور جب نیند نہ آئی تو میں نے کمپیوٹر کھول لیا۔ انٹرنیٹ پر دیکھا کہ میرے ایک دوست نے صرف بیس منٹ پہلے ایک مولوی کی ویڈیو پوسٹ کی ہے۔ یہ مولوی کسی قدر ماڈرن تھا کیونکہ اس نے ٹائی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ جب ویڈیو کو سنا تو مولوی صاحب کی باتیں بھی نہایت اچھی اور معقول تھیں۔ میں نے اس مولوی کے بارہ میں انٹرنیٹ پر ریسرچ کی تو پتہ چلا کہ اس کا نام عدنان ابراہیم ہے۔ لیکن مجھے سخت حیرت ہوئی کہ وہ جماعت احمدیہ کی طرح حضرت بدھ کو بھی نبی مانتا ہے۔ اسی طرح وفات مسیح کا بھی قائل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دجال ایک شخص نہیں ہوسکتا۔ پھر جب روایات کے باہمی تضاد کو حل نہ کر سکا تو ان روایات کا ہی انکار کر دیا۔ میں نے جب اس کے یہ خیالات پڑھے تو کہا کہ یہ تو آدھا احمدی ہے۔ اگر اسے احمدیت کا علم ہوتا تو ان روایات کا انکار نہ کرتا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ مولوی جماعت کے علوم چُرا کر اپنے نام سے پیش کرتا ہے اور شہرت کماتا ہے۔ دجّال سے متعلق روایات کا انکار کر کے دراصل وہ ظہور مہدی اور نزول مسیح کی بحثوں میں نہیں پڑنا چاہتا اور اس مسیح موعود کے بارہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا جو حکم عدل بن کر آچکا ہے۔

یہ صورتحال دیکھ کر میں نے کہا کہ واقعی آج جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جس کے پاس ان تمام تضادات کا معقول حل ہے۔ اور اس کا بانی ہی حکم عدل ہے۔ لہٰذا اس کی بیعت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس وقت تک میرا بھائی بھی بیعت کا فیصلہ کر چکا تھا لہٰذا ہم دونوں نے بیعت ارسال کر دی۔ فالحمد للّٰہ علی ذٰلک۔

(باقی آئندہ)

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 28 نومبر 2015ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت میں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ ایک تو عزیزہ سلمانہ عارف بنت مکرم جزا ارعارف صاحب لندن کا ہے جو عزیزم ساحل محمود متعلم جامعہ احمدیہ یوکے کے ساتھ تین ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

نکاح اور شادی کے بارہ میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تقویٰ پر چلنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ آیات جو چنی گئیں، آنحضرت ﷺ کے حوالہ سے ہم تک پہنچیں کہ نکاح اور شادی کے دنوں میں یہ پڑھی جائیں تا کہ نئے قائم ہونے والے جوڑے اس بات کا خیال رکھیں کہ بنیادی چیز تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ پر چلتے ہوئے ہی صحیح رشتے قائم رہ سکتے ہیں، ایک دوسرے کے خاندانوں کا خیال رکھا جا سکتا ہے، ان کے حق ادا کئے جا سکتے ہیں، میاں بیوی جس رشتہ میں بندھ رہے ہوں، لڑکا لڑکی وہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر سکتے ہیں۔ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہی سچائی پر قائم رہا جا سکتا ہے۔ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہی ایک دوسرے پر اعتماد کو قائم کیا جا سکتا ہے۔ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہی دوسری نیکیاں بجا لائی جا سکتی ہیں۔ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہی اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق گزاری جا سکتی ہے اور اپنی آئندہ نسلوں کی بھی تربیت کی جا سکتی ہے۔ اور تقویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے اس کے احکامات کو تلاش کیا جائے۔ قرآن کریم میں بے شمار احکامات ہیں۔

پس خاص طور پر وہ جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا ہو، جنہوں نے اس بات کا عہد کیا ہو کہ ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے ان کو ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اپنی تربیت کے بغیر نہ دوسرے کی تربیت کر سکتے ہیں، نہ اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ پس خاص طور پر جو واقفین زندگی ہوں، جنہوں نے اپنے آپ کو مربی اور مبلغ بننے کے لئے پیش کیا ہو اور اس کی تربیت حاصل کر رہے ہوں ان کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے گھروں سے ایسی مثالیں قائم کریں جو دوسروں کے لئے بھی نمونہ ہوں۔ اسی طرح ہر قائم ہونے والے رشتہ کے لئے بھی یہی چاہئے، صرف واقف زندگی پر فرض نہیں ہے، بلکہ نکاح کی یہ آیات ہر نکاح پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے ہر قائم ہونے والا رشتہ بلکہ ہر وہ رشتہ، ہر وہ شخص مرد اور عورت جو شادی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر تقویٰ نہیں تو ان کی گھریلو زندگیاں بھی اجیرن ہو جائیں گی۔ ان میں بھی سکون نہیں ہوگا۔ ان میں بھی اعتماد نہیں ہوگا۔ پس اس بات کو ہر ایک کو سامنے رکھنا چاہئے تا کہ گھروں کے ماحول ہمیشہ پیار اور محبت کے ماحول رہیں اور اعتماد کی فضا اس میں ہمیشہ رہے۔ اللہ کرے کہ یہ قائم ہونے والے رشتے بھی ان باتوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔ اب ان الفاظ کے بعد میں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ پہلا نکاح، جیسا کہ میں نے کہا سلمانہ عارف بنت مکرم جزا ارعارف صاحب کا ہے۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا: دوسرا نکاح عزیزہ خنساء احسان واقفۂ نو کا ہے جو رانا احسان اللہ خان صاحب ربوہ کی بیٹی ہیں اور ان کا نکاح عزیزم احمد خالد وقاص ابن مکرم شاہد احمد سعدی صاحب ربوہ کے ساتھ تین لاکھ پاکستانی روپے حق مہر پر طے پایا ہے۔

دونوں طرف سے، لڑکی اور لڑکے کی طرف سے وکیل مقرر ہیں۔ لڑکی کے وکیل ان کے بھائی مکرم محمد ضیاء اللہ صاحب ہیں۔ اور لڑکے کی طرف سے مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب وکیل ہیں۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا: ان رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کر لیں۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

☆...☆...☆

اعتذار و تصحیح

الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ یکم ستمبر 2017ء میں شائع شدہ خطبہ نکاح کی تاریخ غلط شائع ہوگئی ہے۔ صحیح تاریخ 26/اکتوبر 2015ء ہے۔ انٹرنیٹ کے شمارہ میں اس کی درستی کر دی گئی ہے۔ احباب بھی درستی فرمالیں۔ ادارہ الفضل انٹرنیشنل اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

بقیہ: خطاب از صفحہ نمبر 2

مسلمان کا کام ہے کہ جہاں وہ ہر مذہب والے کی عزت کرے اور جو تمام انبیاء ہیں ان پہ یقین رکھے اور ایمان لائے وہاں یہ بات بھی یاد رکھے کہ کسی کے بتوں کو بھی برا نہ کہے جو خدا کے شریک ٹھہرائے جاتے ہیں کیونکہ اس سے بھی فساد پیدا ہوتا ہے۔ پس یہ ہیں وہ معیار محبت، پیار اور امن اور سلامتی پھیلانے کے جو اسلام نے ہمیں بتائے ہیں۔ روایات مختلف ہو سکتی ہیں۔ مذہب مختلف ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام آخری مذہب ہے اور تمام مذاہب کی اچھی باتیں اسلام کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ایک حقیقی مسلمان ان پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، جس طرح کہ میں نے ذکر کیا ہے، بڑا واضح طور پر فرمایا کہ تمام رسولوں پر ایمان لاؤ۔ تو یہ ہم جب یقین رکھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں تو مختلف روایات، مختلف مذاہب جو ہیں وہ کبھی ہمارے اندر کسی قسم کی نفرت نہیں پیدا کر سکتے۔ لوگ کہتے ہیں اسلام بڑا شدت پسند مذہب ہے، دہشت گردی کا مذہب ہے یہ اسلام کی تعلیم کی حقیقت نہیں۔ وہ جو اس قسم کے کام کر رہے ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو نہ سمجھا اور نہ کبھی اس پر عمل کیا بلکہ گزشتہ سال کی بات ہے ایک فرنچ جرنلسٹ داعش کے علاقے میں گیا۔ اس نے وہاں داعش کے بعض ممبران سے پوچھا کہ تم لوگ جو یہ ظلم اور زیادتی کر رہے ہو کیا یہ قرآن کی تعلیم ہے؟ تو ان میں سے بہت سوں نے کہا کہ ہم نے تو نہ قرآن پڑھا ہے، نہ ہمیں اس کا پتا ہے کہ کیا تعلیم ہے۔ ہمیں تو یہ پتا ہے جو ہمارے لیڈر کہتے ہیں وہ ہم نے کرنا ہے۔ اور behead کرنا یا قتل کرنا یا مارنا یا معصوموں کو مارنا یہ کوئی اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ یہ ان کے اپنے ذاتی عمل ہیں جو اپنے لیڈروں کی وجہ سے کرتے ہیں۔

پس یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام اس قسم کی تعلیم دے۔ جب persecution کے بعد بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا پڑا اور حقیقی تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہاں کافروں نے آپ پر حملہ کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے جو جنگ کی اجازت دی تھی وہ بھی قرآن کریم میں بڑے واضح الفاظ میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ظالموں کے ہاتھوں کو نہ روکا گیا تو یہ لوگ مذہب کے دشمن ہیں۔ قرآن کریم میں یہ آیت ہے کہ پھر اگر ان کے ہاتھوں کو نہ روکا گیا تو نہ کوئی چرچ باقی رہے گا، نہ کوئی سینا گاگ (synagogue) باقی رہے گا نہ کوئی ٹیمپل باقی رہے گا، نہ کوئی مسجد باقی رہے گی جہاں خدا کا نام لیا جاتا ہے، لوگ عبادت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

پس یہ اسلام کا حقیقی تصور ہے جو دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور مل جل کر رہنے کا تصور ہے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی ہماری مساجد ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں پہلے سے بڑھ کر صحیح اسلامی تعلیم کو پھیلانے والے بنتے ہیں۔ بلکہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت جو ہمیں یہ کہتی ہے کہ مذہب کے دشمن جو ہیں وہ مذہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس وجہ سے اگر ان کے ہاتھوں کو نہ روکا تو یہ ہر مذہب کو ختم کر دیں گے یہ ہمیں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ ہر احمدی جہاں اپنی مسجد کی حفاظت کرنے والا ہو وہاں وہ چرچ کی حفاظت کرنے والا بھی ہو۔ وہاں وہ سینا گاگ (synagogue) کی حفاظت کرنے والا بھی ہو اور وہاں وہ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کرنے والا بھی ہو۔

پس یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے اور نظریہ ہے جس کے تحت ہم مساجد بناتے ہیں کیونکہ مسجد بنانے کے بعد ہم پر جس طرح یہ فرض بن جاتا ہے کہ ہم اپنی مسجد کی حفاظت کریں، اس کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، اس کے ماحول کو پاک رکھیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اپنے ماحول میں اگر دوسرے مذاہب کی عبادتگاہیں ہیں تو ان کی بھی حفاظت کریں اور ان کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی بھی کوشش کریں۔

نیشنل اسمبلی کے سپیکر صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس بارے میں بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب مقررین کا یہ اظہار کرنا بڑی اچھی بات ہے کہ احمدی اس سوسائٹی کا ایک ایسا حصہ بن چکے ہیں جو ایک طرح اس قوم کا مربوط حصہ ہیں۔ integrate ہو چکے ہیں۔ اس میں ضم ہو چکے ہیں۔ پس یہ ایک خصوصیت ہے جو ایک احمدی کی ہونی چاہئے۔ اگر یہ نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ احمدی اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل نہیں کر رہا۔

جرمن شہریت ملنے کے بعد چاہے پاکستان سے آیا ہوا ایک احمدی ہے یا افریقہ سے آیا ہوا ایک احمدی ہے یا کسی اور ملک سے آیا ہوا احمدی ہے اگر وہ جرمن شہری ہے تو پھر اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ملک سے وفادار بن جائے۔ پرانی شہریت اس کی ختم ہو گئی اب وہ جرمن شہری ہے اور یہاں رہنے والے پاکستانی احمدی جو پاکستان سے ہجرت کر کے آئے اب وہ جرمن شہری ہیں۔ ان کا یہ فرض اس لئے بنتا ہے کیونکہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وطن کی محبت تمہارے ایمان کا حصہ ہے۔ پس ہمارے ایمان کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جس جس ملک میں احمدی رہتا ہے وہاں اس ملک سے محبت کرے اور اس کی بہتری کے لئے کام کرے اور وہاں کے لوگوں میں محبت اور امن اور پیار کا پیغام پہنچائے اور پھیلائے۔

پس یہ باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کو اسلام کی تعلیم کے بارے میں تحفظات ہوں۔ اور ہم احمدی یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس تعلیم پر جہاں زیادہ سے زیادہ عمل کریں وہاں دنیا کو بھی بتائیں کہ یہ وہ تعلیم ہے جو حقیقی تعلیم ہے اور دوسروں کو ہمارے سے پیار، محبت، رواداری کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ملے گی۔ یا ہمارے اندر ان باتوں کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آئے گی۔ اور مسجد بننے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے کہ یہاں کے رہنے والے احمدی پہلے سے بڑھ کر یہاں کے لوگوں کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ یہ بھی بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قرآن کریم میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ تمہارے ہمسایوں کے حقوق ہیں اور تمہارے ہمسائے تمہارے گھروں کے ہمسائے ہیں، تمہارے ساتھ کام کرنے والے لوگ تمہارے ہمسائے ہیں، تمہارے ساتھ سفر کرنے والے لوگ بھی تمہارے ہمسائے ہیں۔ روزانہ لوگ اپنے اپنے کاموں پہ جاتے ہیں۔ بسوں اور ٹرینوں پہ میلوں کا سفر کرتے ہیں گویا کہ وہ سب ہمسائے بن گئے اور چاہے اس کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے وہ سب تمہارے ہمسائے ہیں۔ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شدت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمسایوں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ وراثت میں بھی حق دار بن جائیں۔

تو یہ اہمیت ہے اسلام میں ہمسائے کی اور ہمسائے کا حق ادا کرنا ہمارا ایک فرض بنتا ہے اور اس فرض کو ہم نے ادا کرنا ہے اور امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ جب مسجد بن جائے گی تو ہمارے اس مسجد کے ہمسائے بھی اور یہاں آنے والے تمام لوگوں کے ہمسائے، تمام وہ لوگ جو یہاں عبادت کے لئے آتے ہیں ان سب کے ہمسائے، ہمارے سے پہلے سے بڑھ کر امن، سلامتی، پیار اور محبت کا پیغام حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم ہر معاملے میں نہ صرف محبت پیار منہ سے کہنے والے اور پھیلانے والے ہوں گے بلکہ عملی طور پر آپ کے ساتھ اس کو پھیلانے میں کردار ادا کریں گے ورنہ نہ کسی مذہب کا فائدہ ہے، نہ کسی تعلیم کا فائدہ ہے۔ یونیورسٹیوں میں پڑھ کر اگر ہم نے دہشتگردی کرنی ہے تو وہ تعلیم بے فائدہ ہے۔ اگر کسی مذہب میں شامل ہو کر شدت پسندی دکھانی ہے تو وہ مذہب بے فائدہ ہے۔ اصل مذہب وہی ہے جو پیار اور محبت کو پھیلائے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس مسجد کے بننے کے بعد آپ لوگ پہلے سے بڑھ کر احمدیوں سے محبت پیار اور ہمدردی اور بھائی چارے کے نعرے سنیں گے۔ انشاء اللہ۔

شکریہ۔

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

ہم آج یہاں جلسہ میں شمولیت کے لئے جمع ہیں۔جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے کہ ہمارا یہاں جلسہ کے لئے اکٹھا ہونا کسی دنیاوی ہاؤہُو،شور شرابے یا کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ یہاں کے پروگراموں میں شامل ہو کر ایک روحانی ماحول میں رہ کر اپنی روحانیت کو بڑھائیں۔اپنی علمی استعدادوں کو بڑھائیں۔

اپنی اعتقادی حالت کو بہتر کریں۔اپنی عملی حالتوں میں بہتری کریں۔اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق ادا کریں۔

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے بیعت کی غرض وغایت اور اس کے مخالف تقاضوں کا تذکرہ اور اس حوالے سے افراد جماعت کو نہایت اہم نصائح)

جلسہ کے دنوں میں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اِدھر اُدھر پھرنے کی بجائے جلسہ کے پروگراموں میں شامل ہوں۔

تمام تقریریں سنیں۔ہر تقریر کسی نہ کسی رنگ میں علمی،اعتقادی اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔

تمام شامل ہونے والے ڈیوٹی دینے والوں سے بھی مکمل تعاون کریں۔کارکنان بھی ہر جگہ جہاں بھی ڈیوٹی پر ہیں انتہائی خوش اخلاقی سے ہر ایک سے پیش آئیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع جلسہ سالانہ جرمنی فرمودہ مورخہ 25 اگست 2017ء بمطابق 25 ظہور 1396 ہجری شمسی بمقام DM Arena کالسروئے (Karlsruhe)، جرمنی

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

ہم آج یہاں جلسہ میں شمولیت کے لئے جمع ہیں۔جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے کہ ہمارا یہاں جلسہ کے لئے اکٹھا ہونا کسی دنیاوی ہاؤہُو،شور شرابے یا کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ یہاں کے پروگراموں میں شامل ہو کر ایک روحانی ماحول میں رہ کر اپنی روحانیت کو بڑھائیں۔اپنی علمی استعدادوں کو بڑھائیں۔اپنی اعتقادی حالت کو بہتر کریں۔اپنی عملی حالتوں میں بہتری کریں۔اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق ادا کریں۔

کوئی غیر احمدی تو شاید یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمیں اس بات کا اِدراک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کیا ہیں اور اس کے بندوں کے حق کیا ہیں۔لیکن ایک احمدی یہ نہیں کہہ سکتا۔اس کے سامنے تو بار بار یہ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ہم پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں ان باتوں کا اتنا بڑا ذخیرہ دے دیا ہے کہ جو نہ ختم ہونے والا ہے۔بعض دفعہ انسان سمجھتا ہے کہ ایک بات میں نے پہلے سنی ہوئی ہے،پڑھی ہوئی ہے لیکن جب وہ اسے دوبارہ سنتا ہے یا پڑھتا ہے تو کوئی نہ کوئی نیا نکتہ یا نیا پہلو اس بات کا اس کے سامنے آجاتا ہے۔اور پھر ایک احمدی جو بیعت میں شامل ہوتا ہے اس کے لئے شرائط بیعت میں آپ علیہ السلام نے ان حقوق اور ہمارے فرائض کو مختصراً بیان فرمایا ہے۔پس اپنے اس مقصد کو ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ہمارا کیا مقصد ہے۔اِس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے پیش کروں گا۔

اِس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ عقائد کا اثر اعمال پر بھی ہوتا ہے،حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''اسلام کے دو حصے ہیں۔ایک تو یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جاوے اور اس کے احسانوں کے بدلے میں اس کی پوری اطاعت کی جاوے۔ورنہ خدا تعالیٰ جیسے محسن و مربی سے جو رُوگردانی کرتا ہے وہ شیطان ہے''۔(اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے احسان ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا اس کی پوری اطاعت نہیں کرتا۔فرمایا پھر وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا نہیں۔رحمان کا بندہ نہیں ہوسکتا وہ تو پھر شیطان ہوگا۔) فرماتے ہیں کہ ''دوسرا حصہ یہ ہے کہ مخلوق کے حقوق شناخت کرے اور کَمَا حَقُّہٗ اس کو بجالاوے''۔فرمایا کہ ''جن قوموں نے موٹے موٹے گناہ جیسے زنا،چوری،غیبت،جھوٹ وغیرہ اختیار کئے آخر وہ ہلاک ہوگئیں اور بعض قومیں صرف ایک ایک گناہ کے ارتکاب سے ہلاک ہوتی رہیں۔مگر چونکہ یہ اُمّتِ مرحومہ ہے''(مسلمان جو ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ہے) ''اس لیے خدا تعالیٰ اسے ہلاک نہیں کرتا۔ورنہ کوئی معصیت ایسی نہیں ہے جو یہ نہیں کرتے''۔(کون سا گناہ ہے جو مسلمانوں میں آجکل نہیں ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ سب کام کر رہے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ ''ہر ایک نے الگ معبود بنالئے ہیں''۔(ایک معبود نہیں۔دنیا میں پڑ گئے ہیں اور دنیا کو اپنا معبود بنالیا ہے۔دنیاداروں کو اپنا معبود بنالیا ہے۔) فرماتے ہیں کہ ''بات یہ ہے کہ عقیدے اچھے ہوتے ہیں تو انسان سے اعمال بھی اچھے صادر ہوتے ہیں۔''(اگر عقیدہ بہتر ہوگا،اچھا ہوگا اس پہ یقین ہوگا تو پھر اس عقیدے کی رُو سے اگر نیک نیتی اگر ہوگی تو پھر اچھے اعمال بھی صادر ہوں گے۔) فرماتے ہیں ''جو انسان سچا اور بے نقص عقیدہ اختیار کرتا ہے اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا تو اس سے اعمال خود بخود ہی اچھے صادر ہوتے ہیں اور یہی باعث ہے کہ جب مسلمانوں نے سچے عقائد چھوڑ دیئے تو آخر دجّال وغیرہ کو خدا ماننے لگ گئے''۔(ابھی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی حکومتیں بھی دنیاوی طاقتوں کو خدا ماننے لگ گئی ہیں۔ان کی جھولی میں گرنے لگ گئی ہیں۔اور یہ آجکل ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے۔پس افراد سے لے کر حکومتوں تک،مسلمان حکومتوں تک کا یہی حال ہے) ''کیونکہ دجّال میں تمام صفات خدائی کے تسلیم کرتے ہیں۔پس جب اس میں تمام صفات خدائی کے مانتے ہو تو جو اُسے خدا کہے اُس کا اِس میں کیا قصور ہوا؟'' فرمایا ''خود ہی تو تم خدائی کا چارج دجّال کو دیتے ہو۔پروردگار چاہتا ہے کہ جیسے عقائد درست ہوں ویسے ہی اعمال صالحہ بھی درست ہوں اور ان میں کسی قسم کا فساد نہ رہے۔اس لئے صراط مستقیم پر ہونا ضروری ہے''۔آپ فرماتے ہیں کہ ''خدا نے بار بار مجھے کہا ہے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن''۔فرماتے ہیں کہ ''اس کی تعلیم ہے خدا واحد لاشریک ہے۔جو قرآن نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 421-420۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

سب بھلائیاں قرآن کریم میں تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس کا حق بجالاؤ اور جو بندوں کے حق ہیں ان کو بھی ادا کرو۔

پس خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھنا اور اس کی پوری اطاعت کرنا اور اس کا حق ادا کرنا،یہ پھر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی عبادت کا بھی حق ادا کیا جائے۔چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ اس سلسلہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ہم کیوں احمدی ہوئے ہیں؟ کیا مقصد تھا آپ کی بیعت میں آنے کا؟ کیوں آپ نے سلسلہ قائم کیا؟ فرمایا تا کہ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور دعا اور عبادت کی حقیقت کا علم ہو۔آپ فرماتے ہیں کہ ''جیسے پہلا آدمی جو صرف دعا کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ خطاکار ہے۔اسی طرح پر یہ دوسرا جو تدبیر ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ ملحد ہے''۔(ایک شخص دعا کرتا ہے کوشش نہیں کرتا۔تدبیر نہیں کرتا۔تدبیر کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے،تو وہ بھی خطاکار ہے۔غلطی پر ہے۔اسی طرح پر جو تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ ملحد ہے۔) ''مگر تدبیر اور دعا دونو باہم ملا دینا اسلام ہے۔''(اسلام کی تعلیم کیا ہے کہ تدبیر بھی کرو۔کوشش کرو۔اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ،اپنی پوری استعدادوں کے ساتھ،اپنی پوری طاقتوں کے ساتھ جو تم دنیاوی کوشش کر سکتے ہو کرو۔اور اسی طرح دعا بھی کرو۔اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاؤ اور بہت دعا کرو کہ اصل نتیجہ اس تدبیر کا خدا تعالیٰ نے پیدا کرنا ہے اور اگر یہ چیزیں ہیں تو آپ نے فرمایا پھر یہ اسلام ہے۔) فرماتے ہیں کہ ''اسی واسطے میں نے کہا

ہے کہ گناہ اور غفلت سے بچنے کے لئے اس قدر تدبیر کرے جو تدبیر کا حق ہے۔ اور اس قدر دعا کرے جو دعا کا حق ہے۔ اسی واسطے قرآن شریف کی پہلی ہی سورۃ فاتحہ میں ان دونوں باتوں کو مدّنظر رکھ کر فرمایا ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اسی اصل تدبیر کو بتاتا ہے اور مقدّم اس کو کیا ہے کہ پہلے انسان رعایتِ اسباب اور تدبیر کا حق ادا کرے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دعا کے پہلو کو چھوڑ نہ دے بلکہ تدبیر کے ساتھ ہی اس کو مدّنظر رکھے"۔ فرمایا کہ "مومن جب اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو معاً اس کے دل میں (خیال) گزرتا ہے کہ مَیں کیا چیز ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جب تک اُس کا فضل اور کرم نہ ہو"۔ (بعض لوگوں کو بڑا مان ہوتا ہے۔ بڑا زعم ہوتا ہے کہ ہم بڑے عبادت گزار ہیں۔ بڑے نمازیں پڑھنے والے ہیں۔ لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ایک حقیقی مومن تو یہ سوچتا ہے کہ عبادت کی توفیق دینا بھی اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے"۔ فرمایا کہ "اس لئے وہ معاً کہتا ہے۔ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ یہ اِک نازک مسئلہ ہے جس کو بجز اسلام کے اور کسی مذہب نے نہیں سمجھا۔ اسلام ہی نے اس کو سمجھا ہے۔" آپ فرماتے ہیں "پس اسلام کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ اس میں داخل ہونے والا اس اصل کو مضبوط پکڑ لے۔ تدبیر بھی کرے اور مشکلات کے لئے دعا بھی کرے اور کراوے۔ اگر اِن دونوں پلڑوں میں سے کوئی ایک ہلکا ہے تو کام نہیں چلتا ہے۔ اس لئے ہر ایک مومن کے واسطے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرے۔" فرماتے ہیں کہ "مگر اس زمانے میں مَیں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ وہ تدبیریں تو کرتے ہیں مگر دعا سے غفلت کی جاتی ہے۔ بلکہ اسباب پرستی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تدابیر دنیا ہی کو خدا بنا لیا گیا ہے اور دعا پر ہنسی کی جاتی ہے اور اس کو ایک فضول شئے قرار دیا جاتا ہے۔ یہ سارا اثر یورپ کی تقلید سے ہوا ہے۔ یہ خطرناک زہر ہے جو دنیا میں پھیل رہا ہے۔" (اب یہاں یورپ میں اللہ تعالیٰ پہ ایمان تو بہت حد تک کم ہو رہا ہے۔ atheist تعداد میں بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں اور مسلمان سمجھتے ہیں کہ شاید ان کی ترقی کا راز اسی میں ہے لیکن اس کا انجام اچھا نہیں ہونا۔) آپ نے فرمایا "یہ خطرناک زہر ہے جو دنیا میں پھیل رہا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس زہر کو دُور کرے۔ چنانچہ یہ سلسلہ اس نے اسی غرض کے لئے قائم کیا ہے۔" (اور جو احمدی ہیں انہوں نے دنیا کے اثر نہیں لینے۔ دنیاداری کے اثر نہیں لینے۔ خدا تعالیٰ پر یقین نہ کرنے والوں کے اثر نہیں لینے بلکہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود سے، خدا تعالیٰ کی ذات سے آگاہ کرنا ہے اور حقیقی اسلام کے بارے میں ان کو بتانا ہے۔ یہ ایک احمدی کا کام ہے۔) فرمایا "تا دنیا کو خدا تعالیٰ کی معرفت ہو اور دعا کی حقیقت اور اس کے اثر سے اطلاع ملے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 269-268۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

لوگ سمجھتے ہیں دعا کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک احمدی کا ایمان ایسا ہونا چاہئے جہاں اسے قبولیت دعا پر یقین ہو وہاں قبولیت دعا کے تجربات بھی ہوں۔ پس یہ ہے وہ حالت جو ایک احمدی کو پیدا کرنی چاہئے اور جب یہ حالت ہوگی تو تب ہی پھر اعتقادی مضبوطی بھی پیدا ہوگی۔ انسان عارضی خداؤں کے پیچھے نہیں جائے گا بلکہ معبود حقیقی کی پہچان کر کے صرف اور صرف اس کے آگے جھکے گا اور اس معبود حقیقی کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی معراج کے اسلوب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر اترنے والی کتاب اور اپنے عمل سے سکھائے۔ اس لئے یہ معرفت اور دعا کی حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ تعلق پیدا نہ کریں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلہ کے قیام اور اپنی بعثت کی غرض بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ "اگر ہماری جماعت میں سے کوئی ناواقف ہو تو وہ واقف ہو جائے۔" (اگر کسی کو نہیں پتا تو اسے پتا لگ جانا چاہئے) "کہ اس سلسلہ کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض ہے؟ اور ہماری جماعت کو کیا کرنا چاہئے؟ اور یہ بھی غلطی ہے کہ کوئی اتنا ہی سمجھ لے کہ رسمی طور پر بیعت میں داخل ہونا ہی نجات ہے۔ اس لئے ضرورت پڑی ہے کہ میں اصل غرض بتاؤں کہ خدا تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟" (صرف بیعت کرنے سے نجات نہیں ملے گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کیا چاہتا ہے"۔ فرمایا "سب لوگ یاد رکھو کہ رسمی طور پر بیعت میں داخل ہونا یا مجھ کو امام سمجھ لینا اتنی ہی بات نجات کے واسطے ہرگز کافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ وہ زبانی باتوں کو نہیں دیکھتا"۔ فرمایا "نجات کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے وہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی یقین کرے اور قرآن شریف کو کتاب اللہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ قیامت تک اب اَور کوئی کتاب یا شریعت نہ آئے گی۔ یعنی قرآن شریف کے بعد اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو خوب یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نہ آئے گی۔ نئے احکام نہ آئیں گے۔ یہی کتاب اور یہی احکام رہیں گے۔" فرماتے ہیں کہ "جو الفاظ میری کتابوں میں نبی یا رسول کے میری نسبت پائے جاتے ہیں اس میں ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ کوئی نئی شریعت یا نئے احکام سکھائے جاویں۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی ضرورتِ حقّہ کے وقت کسی کو مامور کرتا ہے تو ان معنوں سے کہ مکالماتِ الٰہیہ کا شرف اس کو دیتا ہے اور غیب کی خبریں اس کو دیتا ہے۔ اُس پر نبی کا لفظ بولا جاتا ہے اور وہ مامور نبی کا خطاب پاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ نئی شریعت دیتا ہے یا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نعوذ باللہ منسوخ کرتا ہے۔ بلکہ یہ جو کچھ اسے ملتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سچی اور کامل اتباع سے ملتا ہے اور بغیر اِس کے مل سکتا ہی نہیں۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ جب زمانہ میں گناہ کثرت سے ہوتے ہیں اور اہل دنیا ایمان کی حقیقت نہیں سمجھتے اور ان کے پاس پوست یا ہڈی رہ جاتی ہے اور مغز اور لُبّ نہیں رہتا۔ ایمانی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور شیطانی تسلّط اور غلبہ بڑھ جاتا ہے۔ ایمانی ذوق اور حلاوت نہیں رہتی۔ ایسے وقتوں میں عادت اللہ اِس طرح پر جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک کامل بندہ کو جو خدا تعالیٰ کی سچی اطاعت میں فنا شدہ اور محو ہوتا ہے اپنے مکالمہ کا شرف بخش کر بھیجتا ہے اور اب اِس وقت اُس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔" (آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے) "کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں الٰہی محبت بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اگرچہ عام نظر میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بھی قائل ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زبان سے تصدیق کرتے ہیں۔ بظاہر نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ روحانیت بالکل نہیں رہی۔ اور دوسری طرف ان اعمال صالحہ کے مخالف کام کرنا ہی شہادت دیتا ہے کہ وہ اعمال اعمالِ صالحہ کے رنگ میں نہیں کئے جاتے۔" (جو اعمال کئے جا رہے ہیں وہ اعمال صالحہ کے مخالف ہیں۔ مسلمانوں کی اکثر کی یہی حالت نظر آ رہی ہے۔) فرمایا "بلکہ رسم اور عادت کے طور پر کئے جاتے ہیں۔" (بعض کام اگر کئے بھی جاتے ہیں تو رسمی طور پر کئے جاتے ہیں۔ یہ عادت پڑ گئی ہے اس وجہ سے کئے جاتے ہیں۔ ان کو اس کی روح اور اس کی حقیقت کا علم نہیں ہے) "کیونکہ ان میں اخلاص اور روحانیت کا شمّہ بھی نہیں ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان اعمال صالحہ کے برکات اور انوار ساتھ نہیں ہیں۔" (اعمال صالحہ کی حقیقت کو جانتے ہوئے اگر اعمال بجالائے جائیں، خدا کو راضی کرنے کے لئے بجالائے جائیں تو اس کے ساتھ کچھ نتیجے بھی ہونے چاہئیں۔ اس کی برکات ہونی چاہئیں۔) فرماتے ہیں "خوب یاد رکھو کہ جب تک سچے دل سے اور روحانیت کے ساتھ یہ اعمال نہ ہوں کچھ فائدہ نہ ہوگا اور یہ اعمال کام نہ آئیں گے۔ اعمالِ صالحہ اسی وقت اعمالِ صالحہ کہلاتے ہیں جب ان میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ صلاح کی ضدّ فساد ہے۔ صالح وہ ہے جو فساد سے مبرّا منزّہ ہو۔ جن کی نمازوں میں فساد ہے اور نفسانی اغراض چھپے ہوئے ہیں ان کی نمازیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہرگز نہیں ہیں اور وہ زمین سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی ہیں کیونکہ ان میں اخلاص کی روح نہیں اور وہ روحانیت سے خالی ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کی ضرورت کیا ہے؟" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آ کر جو نیا سلسلہ قائم کر دیا۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟) فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں "کیا ہم نماز روزہ نہیں کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا کہ "وہ اس طرح پر دھوکہ دیتے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ جو ناواقف ہوتے ہیں ایسی باتوں کو سن کر دھوکا کھاویں اور ان کے ساتھ مل کر یہ کہہ دیں کہ جس حالت میں ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور وِرد وظائف کرتے ہیں پھر کیوں (ایک نئی جماعت پیدا کر کے) یہ پھوٹ ڈال دی۔" فرمایا "یاد رکھو کہ ایسی باتیں کم سمجھی اور معرفت کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میرا اپنا کام نہیں ہے۔ یہ پھوٹ اگر ڈال دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے۔" (مَیں نے جماعت کو قائم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو جماعت قائم نہیں کی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا تھا کہ جماعت قائم کرو اور اس نے یہ جماعت بنائی ہے۔ اگر تم کہتے ہو پھوٹ ڈال دی تو پھر اللہ تعالیٰ پہ الزام آتا ہے۔ مجھ پہ الزام نہیں آتا۔) فرمایا کہ "جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے"۔ (وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اُس سے پوچھو کیوں یہ جماعت بنادی ہے۔) فرماتے ہیں "کیونکہ ایمانی حالت کمزور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایمانی وقت بالکل ہی معدوم ہی ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حقیقی ایمان کی روح پھونکے جو اس سلسلہ کے ذریعہ سے اس نے چاہا ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا اعتراض بے جا اور بیہودہ ہے۔ پس یاد رکھو کہ ایسا وسوسہ ہرگز ہرگز کسی کے دل میں نہیں آنا چاہئے اور اگر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے تو یہ وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ غور سے کام نہ لینے کے سبب ہی سے وسوسہ آتا ہے جو ظاہری حالت پر نظر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ اَور بھی مسلمان ہیں۔ اس قسم کے وسوسوں سے انسان جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔" فرماتے ہیں کہ "مَیں نے بعض خطوط اس قسم کے لوگوں کے دیکھے ہیں۔" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیعت کرنے کے بعد بھی بعض لوگوں کے خطوط آتے تھے) "جو بظاہر ہمارے سلسلہ میں ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے جب یہ کہا گیا کہ دوسرے مسلمان بھی بظاہر نماز پڑھتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور نیک معلوم ہوتے ہیں، پھر اس نئے سلسلہ کی کیا حاجت ہے؟" آپ فرماتے ہیں کہ "یہ لوگ باوجودیکہ ہماری بیعت میں داخل ہیں ایسے وسوسے اور اعتراض سن کر لکھتے ہیں کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آیا۔ ایسے خطوط پڑھ کر مجھے ایسے لوگوں پر افسوس اور رحم آتا ہے کہ انہوں نے ہماری اصل غرض اور منشاء کو نہیں سمجھا۔ وہ صرف دیکھتے ہیں کہ رسمی طور پر یہ لوگ ہماری طرح شعائرِ اسلام بجالاتے ہیں اور فرائضِ الٰہی ادا کرتے ہیں حالانکہ حقیقت کی روح ان میں نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ باتیں اور وساوس سحر کی طرح کام کرتے ہیں۔ وہ ایسے وقت نہیں سوچتے کہ ہم حقیقی ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں جو انسان کو گناہ کی موت سے بچا لیتا ہے اور ان رسوم و عادات کے پَیرو لوگوں میں وہ بات نہیں۔ ان کی نظر ظاہر پر ہے حقیقت پر نگاہ نہیں۔ ان کے ہاتھ میں چھلکا ہے جس میں مغز نہیں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 235 تا 239۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس جب آپ کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا کروانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی پہچان کروانا ہے۔ قرآن کریم کی حکومت کو اپنے اوپر لاگو کروانا ہے تو ہم جو آپ کے ماننے والے ہیں ہمیں اس کے مطابق اپنی اعتقادی اور عملی حالتوں کی اصلاح بھی کرنی چاہئے۔ اور صرف ظاہری

طور پر یہ نہ دیکھ لیں۔ اگر ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ دوسرے مسلمان بھی ہماری طرح ہیں۔ نمازیں روزہ رکھتے ہیں اور کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق نہیں نظر آتا تو ہمیں فکر کرنی چاہئے۔ ہماری عبادتوں میں، ہمارے درودیں، ہمارے اذکار میں یہ فرق ہونا چاہئے۔ ہماری خدمت خلق میں ایک دلی جذبہ اور روح ہونی چاہئے جبکہ دوسروں میں وہ نظر نہیں آتا۔

پھر ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا ہماری بیعت یہ حقیقی رنگ لئے ہوئے ہے یا صرف زبانی باتیں ہی ہیں۔ کیا ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہوئے اس کے لئے ہیں یا نہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو پنج وقتہ نماز بھی ادا کرتے ہیں لیکن روح سے ادا نہیں کرتے۔ بہت سے احمدیوں میں سے بھی ایسے ہیں کہ پانچ وقتہ نمازیں بھی ادا نہیں کرتے اور ملنے پر مجھے بھی کہہ دیتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہم ادا کیا کریں۔ حالانکہ یہ تو ایک بنیادی چیز ہے جو ہر احمدی کا فرض ہے۔ ہر مومن کا فرض ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کے بعد تو ایک دلی شوق سے اور ذوق سے نمازیں ادا ہونی چاہئیں، نہ یہ کہ نمازیں پوری نہ پڑھیں اور آ کے کہہ دیا کہ دعا کریں کہ ہم نمازیں پڑھ لیں۔ جب یہ احساس ہے کہ نمازیں نہیں پڑھتے تو پھر کوئی تدبیر بھی کرنی پڑے گی۔ خود کوشش کرنی پڑے گی۔ خود کوشش اور دعا کیوں نہیں کرتے۔ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ جب کہتے ہیں تو صرف منہ سے کہنے کی بجائے ان الفاظ کو دل کی گہرائی سے دہراتے ہوئے اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانا ہے تو پھر آپ کا ہر عمل ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ عبادتوں کے ساتھ ساتھ آپ کے اعلیٰ اخلاق ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ معاشرتی تعلقات ہیں، گھریلو تعلقات ہیں، بیویوں سے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ آپ نے ہمارے لئے پیش فرمایا۔ لیکن بہت سارے ایسے ہیں جو گھروں میں فساد پیدا کرتے ہیں ان کے جذبات کا خیال رکھنا آپ نے ہمیں سکھایا۔ بچوں سے شفقت سے پیش آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔ دوسروں کے عمومی جذبات کا خیال رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔ لڑائی جھگڑوں سے بچنا آپ نے اس کی تلقین بھی کی اور ہمیں سکھایا اور اپنے عمل سے دکھایا۔ امانت میں خیانت نہ کرنا اس کی تو سخت تلقین اسلام کی تعلیم میں بھی ہے اور آپ نے ہمیں کر کے دکھائی۔ جیسے بھی حالات ہوں عاجزی اور انکساری دکھانا، سچائی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنا اور کون سا ایسا خُلق ہے جس کی معراج ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر نہیں آتی۔ اگر ہم حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی غلامی میں بھیجا ہوا زمانے کا امام مانتے ہیں تو پھر اپنے عملوں کو بھی، اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بھی ہمیں بلند کرنا ہوگا۔ قرآن کریم کے احکامات کو دیکھ کر، اس کے اوامر ونواہی کو دیکھ کر ہمیں جائزہ لینا ہوگا کہ کون کون سی نیک باتوں کو ہم کرنے والے ہیں اور کون سی ہم نہیں کر رہے۔ کون سی برائیوں کو ہم چھوڑ رہے ہیں اور کن کو ہم نہیں چھوڑ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اور دعوے کو صحیح رنگ میں پہچاننے کی ضرورت ہے۔

پس یہ زمانہ جو دنیا کو اللہ تعالیٰ سے دور لے گیا ہے اور ترقی کے نام پر ہر روز ہر آنے والا دن دور لے جانے کے لئے ایک نئی کوشش کرتا چلا جا رہا ہے اس وقت میں یہ احمدی کا ہی کام ہے کہ اپنے تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ہر چڑھنے والا دن اس معرفت میں ترقی کرنے والا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت صرف زبانی دعویٰ نہ ہو۔ اس کے صرف نعرے نہ لگائے جائیں بلکہ اس عشق و محبت کا اظہار آپ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنا کر ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ نعرے تو آپ کے نام کے لگا لئے اور اس کے بعد ظلم بھی آپ کے نام پر ہو رہا ہے۔ آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ اب دیکھتے ہیں بہت ساری تنظیمیں بنی ہوئی ہیں۔ حکومتیں بھی اور تنظیمیں بھی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ظلم کر رہی ہیں۔ وہ رحمت للعالمین جو تمام زمانے کے لئے رحمت بن کر آیا تھا ان کو انہوں نے اپنے عملوں سے ظلم کا نشان بنا دیا ہے گو ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے اس زمانے میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور یہی ہم کوشش کرتے چلے جا رہے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ پس ہمیں اس حقیقی تصویر کو پیش کرنے کے لئے آپ کے ہر اسوہ کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی حکومت اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہر وقت اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ ہمارا ہر عمل اعمال صالحہ میں شمار ہونے والا عمل ہو۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ہر لمحہ اور ہر روز بلکہ ہر لمحہ اس کوشش میں ہوں کہ ہم نے شیطان سے دور ہونا ہے اور رحمان کے قریب ہونا ہے۔ ورنہ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے غیر بھی نمازیں پڑھتے ہیں لیکن اکثر ان کی نمازیں زمین پر ہی رہ جاتی ہیں وہ عرش پر نہیں جاتیں۔ عرش کے خدا کو ان نمازوں سے کوئی بھی غرض نہیں ہے کیونکہ ان میں اخلاص نہیں ہے۔ ان میں دنیا کی ملونی ہے۔ ایسی نمازیں ہیں جو ہلاکت ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد، یہ تنبیہ ہمیں سوچنے اور فکر کرنے کی طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے اور آپ کی بیعت کی حقیقت کو سمجھنے والی ہونی چاہئے۔

حقیقی نماز کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''نماز اُس وقت حقیقی نماز کہلاتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ سے سچا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کر لے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دے دینے اور مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ جب یہ حالت انسان میں پیدا ہو جائے اُس وقت کہا جائے گا کہ اس کی نماز نماز ہے۔ مگر جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور سچے اخلاص اور وفاداری کا نمونہ نہیں دکھلاتا اُس وقت تک اس کی نمازیں اور دوسرے اعمال بے اثر ہیں''۔ فرماتے ہیں ''بہت سی مخلوق ایسی ہے کہ لوگ ان کو مومن اور راستباز سمجھتے ہیں مگر آسمان پر ان کا نام کافر ہے۔ اس واسطے حقیقی مومن اور راستباز وہی ہے جس کا نام آسمان پر مومن ہے۔ دنیا کی نظر میں خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔'' (اب دنیا ہمیں کافر کہتی ہے تو ہمیں اس کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں اگر ہمارے عمل نیک ہیں۔ اگر ہمارا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ مؤمن کہتا ہے۔) فرماتے ہیں کہ ''حقیقت میں یہ بہت ہی مشکل گھاٹی ہے کہ انسان سچا ایمان لاوے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل اخلاص اور وفاداری کا نمونہ دکھلاوے۔ جب انسان سچا ایمان لاتا ہے تو اس کے بہت سے نشانات ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف نے سچے مومنوں کی جو علامات بیان کی ہیں وہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان علامات میں سے ایک بڑی علامت جو حقیقی ایمان کی ہے وہ یہی ہے کہ جب انسان دنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اس سے اس طرح الگ ہو جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر آ جاتا ہے''۔ دنیا پھر اس کے پاس نہیں رہتی۔ اصل مقصد خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ دنیا تو ساتھ مل ہی جاتی ہے۔ فرمایا ''اس طرح پر جب انسان نفسانیت کی کینچلی سے باہر آ جاتا ہے تو وہ مومن ہوتا ہے اور ایمان کامل کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129)۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو تقویٰ سے بھی بڑھ کر کام کرتے ہیں یعنی محسنین ہوتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد6 صفحہ 241-240۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ حقیقی نیکی کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ: ''تقویٰ کے معنی ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یاد رکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ مَیں نیک ہوں اس لئے کہ میں نے کسی کا مال نہیں لیا''۔ (کسی کا مال نہیں اڑایا۔) ''نقب زنی نہیں کی۔ چوری نہیں کرتا۔ بدنظری اور زنا نہیں کرتا۔'' فرماتے ہیں ''ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابل قدر ہو۔ بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوعِ انسان کی خدمت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لئے یہاں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اُس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔ بہت سے لوگ ایسے موجود ہوں گے جنہوں نے کبھی زنا نہیں کیا، خون نہیں کیا، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں مارا اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی صدق و وفا کا نمونہ انہوں نے نہیں دکھایا۔ یا نوع انسان کی کوئی خدمت نہیں کی اور اس طرح پر کوئی نیکی نہیں کی۔ پس جاہل ہوگا وہ شخص جو ان باتوں کو پیش کر کے اسے نیکوکاروں میں داخل کرے۔ کیونکہ یہ تو بدچلنیاں ہیں۔ صرف اتنے خیال سے اولیاء اللہ میں داخل نہیں ہو جاتا۔'' فرمایا کہ ''بدچلنی کرنے والے، چوری یا خیانت کرنے والے، رشوت لینے والے کے لئے عادت اللہ میں ہے کہ اسے یہاں سزا دی جاتی ہے۔ وہ نہیں مرتا جب تک سزا نہیں پا لیتا۔ یاد رکھو کہ صرف اتنی ہی بات کا نام نیکی نہیں ہے۔ تقویٰ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی برتن کو اچھی طرح سے صاف کیا جاوے تا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کا لطیف کھانا ڈالا جائے۔ اب اگر کسی برتن کو خوب صاف کر کے رکھ دیا جائے لیکن اس میں کھانا نہ ڈالا جائے تو کیا اس سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وہ خالی برتن طعام سے سیر کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح پر تقویٰ کو سمجھو۔ تقویٰ کیا ہے؟ نفسِ اَمّارہ کے برتن کو صاف کرنا''۔

(ملفوظات جلد6 صفحہ 241 تا 243۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس برتن کو صاف کر کے اس میں پھر نیک اعمال کا کھانا بھرنا اور پھر اسے کھانا ہی وہ اصل بات ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے اور اس کی رضا حاصل کرنے والا بناتی ہے۔

بہت بڑی بڑی برائیوں میں سے ایک برائی اور گناہ جھوٹ ہے۔ اس سے بچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مَیں نے غور کیا ہے قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں اُن کی پابندی نہیں کی جاتی۔ ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں میں خلاف ورزی کر لی جاتی ہے۔ یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹ تو دکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحہ دار جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے اس کو رِجس کے ساتھ رکھا ہے۔ مگر بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ رنگ آمیزی کر کے حالات بیان کرنے سے نہیں رکتے اور اس کو کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ انسان صدّیق نہیں کہلا سکتا جب تک جھوٹ کے تمام شعبوں سے پرہیز نہ کرے۔'' (ملفوظات جلد5 صفحہ 120۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ایک اعلیٰ خُلق پردہ پوشی ہے جو صرف خُلق ہی نہیں بلکہ اس سے انسان بہت سے جھگڑوں اور فسادوں سے بھی بچتا ہے اور دنیا کو بھی بچاتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں باہم نزاعیں بھی ہو جاتی ہیں اور معمولی نزاع سے پھر ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے لگتا ہے''۔ (ذرا سی معمولی رنجشیں ہوتی ہیں اور پھر وہ

بڑھتے بڑھتے اتنی ہوجاتی ہیں کہ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنے لگ جاتے ہیں)''اور اپنے بھائی سے لڑتا ہے۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے''۔ فرمایا''یہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ایک اگر اپنی غلطی کا اعتراف کرلے تو کیا حرج ہے۔''(دولڑ رہے ہیں تو ایک صلح کرنے کے لئے مان لے۔) فرمایا''بعض آدمی ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کی ذلّت کا اقرار کئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے۔ پھر یہ کیوں اپنے بھائی پر رحم نہیں کرتا اور عفو اور پردہ پوشی سے کام نہیں لیتا۔ چاہئے کہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے اور اس کی عزت وآبرو پر حملہ نہ کرے۔'' فرماتے ہیں ''ایک چھوٹی سی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ قرآن لکھا کرتا تھا۔ ایک مُلّا نے کہا کہ یہ آیت غلط لکھی ہے۔ بادشاہ نے اُس وقت اُس آیت پر دائرہ کھینچ دیا کہ اس کو کاٹ دیا جائے گا۔ جب وہ چلا گیا تو اُس دائرے کو کاٹ دیا۔ جب بادشاہ سے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ دراصل وہ غلطی پر تھا۔''(جو مُلّا میری اصلاح کرنے آیا تھا وہ غلطی پر تھا۔)''مگر مَیں نے اُس وقت دائرہ کھینچ دیا کہ اس کی دلجوئی ہو جاوے۔''(اس کے دل میں شرمندگی نہ ہو کہ مَیں اس سے بحث کروں۔) فرماتے ہیں کہ''یہ بڑی رعونت کی جڑ اور بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جاوے۔ ایسے امور سے نفس خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ غرض یہ سب امور تقویٰ میں داخل ہیں اور اندرونی بیرونی امور میں تقویٰ سے کام لینے والا فرشتوں میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی سرکشی باقی نہیں رہ جاتی۔'' فرماتے ہیں''تقویٰ حاصل کرو کیونکہ تقویٰ کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔ متقی دنیا کی بلاؤں سے بچایا جاتا ہے۔ خدا اُن کا پردہ پوش ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ طریق اختیار نہ کیا جاوے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسے لوگ میری بیعت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ فائدہ ہو بھی تو کس طرح جبکہ ایک ظلم تو اندر ہی رہا۔ اگر وہی جوش، رعونت، تکبر، عُجب، ریاکاری، سریع الغضب ہونا باقی ہے جو دوسروں میں بھی ہے تو پھر فرق ہی کیا ہے؟'' فرماتے ہیں''سعید اگر ایک ہی ہو اور وہ سارے گاؤں میں ایک ہی ہو تو لوگ کرامت کی طرح اس سے متاثر ہوں گے۔ نیک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نیکی اختیار کرتا ہے اس میں ایک ربّانی رُعب ہوتا ہے اور دلوں میں پڑ جاتا ہے کہ یہ باخدا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے خدا تعالیٰ اپنی عظمت سے اس کو حصہ دیتا ہے اور یہی طریق نیک بختی کا ہے۔'' فرمایا:''پس یاد رکھو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھائیوں کو دکھ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اخلاق کے مُتمّم ہیں اور اِس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپؐ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔''(سارے جو دنیا کے اخلاق ہیں آپ پہ آ کے ختم ہو گئے۔ فرمایا آپ نمونہ ہیں ہر ایک کے لئے۔) فرماتے ہیں''اِس وقت بھی اگر وہی درندگی رہی تو پھر سخت افسوس اور کم نصیبی ہے۔''(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا دعویٰ ہے، آپ کے غلام کی بیعت کا دعویٰ ہے تو اپنے اخلاق کو بھی اعلیٰ کرنا ہوگا۔ اگر ہم پھر بھی اسی طرح رہیں گے، ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے رہیں، درندگی رہے، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں تو سخت افسوس ہے اور کم نصیبی ہے۔) فرمایا''پس دوسروں پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ بعض اوقات انسان دوسرے پر عیب لگا کر خود اس میں گرفتار ہو جاتا ہے اگر وہ عیب اس میں نہیں۔ لیکن اگر وہ عیب سچ مچ اس میں ہے تو اس کا معاملہ پھر خدا تعالیٰ سے ہے۔'' فرماتے ہیں کہ''بہت سے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر معاً ناپاک الزام لگا دیتے ہیں۔ ان باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاؤ اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی۔ اور ہمسایوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے بھائیوں سے نیک معاشرت کرو اور سب سے پہلے شرک سے بچو کہ یہ تقویٰ کی ابتدائی اینٹ ہے۔'' (ملفوظات جلد6 صفحہ 341 تا344۔ایڈیشن1985ءمطبوعہ انگلستان)

اپنے بھائی کی غلطی کو دیکھ کر کیا طریق اختیار کرنا چاہئے؟ آپ اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:''صلاح، تقویٰ نیک بختی اور اخلاقی حالت کو درست کرنا چاہئے''۔ فرماتے ہیں ''مجھے اپنی جماعت کا یہ بڑا غم ہے کہ ابھی تک یہ لوگ آپس میں ذرا سی بات سے چِڑ جاتے ہیں۔ عام مجلس میں کسی کو احمق کہہ دینا بھی بڑی غلطی ہے۔ اگر اپنے کسی بھائی کی غلطی دیکھو تو اس کے لئے دعا کرو کہ خدا اُسے بچالے۔ یہ نہیں کہ منادی کرو۔ جب کسی کا بیٹا بدچلن ہو تو اس کو سرِ دست کوئی ضائع نہیں کرتا بلکہ اندر ایک گوشہ میں سمجھاتا ہے کہ یہ برا کام ہے اس سے باز آجا۔ پس جیسے رِفق، حِلم اور ملائمت سے اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہو، ویسے ہی آپس میں بھائیوں سے کرو۔ جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اس میں تکبر کی ایک جڑ ہے۔ اگر خدا راضی نہ ہو تو گویا یہ برباد ہو گیا۔ پس جب اس کی اپنی اخلاقی حالت کا یہ حال ہے تو اسے دوسرے کو کہنے کا کیا حق ہے؟'' آپ فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِس کا یہی مطلب ہے کہ اپنے نفس کو فراموش کر کے دوسرے کے عیوب کو نہ دیکھتا رہے بلکہ چاہئے کہ اپنے عیوب کو دیکھے۔ چونکہ خود تو وہ پابند ان امور کا نہیں ہوتا اس لئے آخر کار لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کا مصداق ہو جاتا ہے۔''(ملفوظات جلد6 صفحہ369-368۔ایڈیشن1985ءمطبوعہ انگلستان)

پھر مغلوب الغضب غلبے اور نصرت سے محروم ہو جاتے ہیں، مدد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جن کو غصہ آتا ہے ان کے بارے میں بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ :''یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کُند ہوتا ہے۔''(غصہ میں آنے والے کی عقل ماری جاتی ہے۔)''اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے''۔ فرماتے ہیں''غضب نصف جنون ہے۔ جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔'' فرماتے ہیں کہ''ہماری جماعت کو چاہئے کہ کُل ناکردنی افعال سے دُور رہا کریں۔ وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔ سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے''(جن شرائط پر بیعت کی ہے)''تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔(ملفوظات جلد5 صفحہ127-126۔ایڈیشن1985ءمطبوعہ انگلستان)

پس وعدوں کا حصہ بننے کے لئے، آپ کی دعاؤں سے فیض پانے کے لئے اگر کسی میں بری عادتیں ہیں تو ان حالتوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ یہاں بھی جلسے پر بہت سے لوگ اس لئے آتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے حصہ لیں۔ لیکن اگر عملی حالت ٹھیک نہیں ہے تو دعاؤں سے حصہ کس طرح ملے گا۔ یہ تو آپ نے خود ہی فرما دیا۔

غصہ کی بجائے کس قسم کی حالت ایک مومن کی ہونی چاہئے؟ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''ایسا نہ ہو کہ تمہارا اِس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔''(یہاں بھی جلسے پہ لوگ آتے ہیں۔ بعض نوجوان لڑائیاں بھی کر لیتے ہیں۔ بعض پرانی رنجشوں کو لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جب یہ چیزیں باہر نکلتی ہیں تو سلسلہ بدنام ہوتا ہے۔ فرمایا کہ''سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔''(ہمیں بھی لوگ گالیاں دیتے ہیں۔)''ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تم کو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیئے گئے۔''(اب یہ تو غیروں کے لئے فرمایا کہ غیر بھی تمہیں گالیاں دیتے ہیں تو تم نے اپنا غصہ دبانا ہے۔ لیکن آپس میں تو بالکل ہی یہ حالت نہیں ہونی چاہئے کہ ایک دوسرے پہ غصّے کا اظہار ہو رہا ہو۔) فرمایا کہ''دیکھو اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نُور نہیں آئے گا۔ نُور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے۔ جب نُور آجائے گا تو ظلمت نہیں رہے گی۔ تم اپنے سارے ہی قویٰ کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو۔ جو جو کمی کسی قوت میں ہو اسے اُس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے رہو۔ استغفار کرو۔ دعا سے ہر وقت کام لو''۔(ملفوظات جلد5 صفحہ128۔ایڈیشن1985ءمطبوعہ انگلستان)

فرماتے ہیں کہ''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدّنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو، خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو۔''(ملفوظات جلد5 صفحہ303۔ایڈیشن1985ءمطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہوں اور آپ کی بیعت میں آ کر آپ کی بعثت کے مقصد کو سمجھنے والے اور اسے پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کو استعمال کرنے والے ہوں اور دنیا کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کرنے والے ہوں۔

جلسہ کے دنوں میں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ ادھر ادھر پھرنے کی بجائے جلسہ کے پروگراموں میں شامل ہوں۔ تمام تقریریں سنیں۔ ہر تقریر کسی نہ کسی رنگ میں علمی، اعتقادی اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ شعبہ تربیت بھی اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرے کہ بغیر کسی جائز وجہ کے لوگ اِدھر اُدھر پھرنے کی بجائے جلسہ گاہ میں بیٹھیں۔ جلسہ سننے کے لئے آئیں اور اس کی کوشش کریں۔ اسی طرح تمام شامل ہونے والے ڈیوٹی دینے والوں سے بھی مکمل تعاون کریں۔ پارکنگ میں بھی، سکیننگ کے وقت بھی بعض دفعہ لمبی لائنیں لگ جاتی ہیں۔ کھانے کے وقت بھی بعض دفعہ مشکلات پیش آتی ہیں۔ اسی طرح بیوت الخلاء میں بھی اور وہاں بھی اگر صفائی کی ضرورت ہو تو صفائی کا خود بھی خیال رکھیں۔ صرف یہ نہ دیکھیں کہ صفائی کرنے والے موجود ہیں تو صفائی کر دیں گے بلکہ خود صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ صفائی بھی، نظافت بھی ایمان کا حصہ ہے۔(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب فضل الوضوء حدیث 534)

اسی طرح کارکنان بھی ہر جگہ جہاں بھی ڈیوٹی پر ہیں انتہائی خوش اخلاقی سے ہر ایک سے پیش آئیں۔ جو بھی حالات ہوں کسی کارکن اور کارکنہ کے اخلاق ایسے نہ ہوں جو غلط اثر ڈالنے والے ہوں۔ ہمیشہ مسکراتے ہوئے خدمت کریں چاہے جو بھی حالات گزر جائیں۔ خاص طور پر شامل ہونے والے بھی اور ڈیوٹی دینے والے بھی یہ خیال بھی رکھیں کہ انہوں نے اپنے ماحول پر بھی نظر رکھنی ہے اور گہری نظر رکھنی ہے اور یہ سیکیورٹی کے لئے بڑی ضروری چیز ہوتی ہے اور آجکل کے حالات میں یہ خاص طور پر بہت ضروری ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ان دنوں میں دعاؤں اور ذکر الٰہی پر زیادہ زور دیں اس میں وقت گزاریں۔ اپنے لئے بھی دعائیں کریں۔ جماعت کے لئے بھی دعائیں کریں۔ مُسلم اُمّہ کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور یہ زمانے کے امام کو پہچاننے والی ہو۔ اور عمومی طور پر دنیا کے لئے بھی دعا کرتے رہیں کہ جس طرح یہ تباہی کی طرف جا رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کو تباہی سے بچالے اور عقل اور سمجھ دے اور یہ خدا تعالیٰ کی پہچان کرنے والے بن جائیں۔

☆...☆...☆

حُسنِ سیرت اور حُسنِ اخلاق سے مزیّن پاکیزہ جوڑوں کی

بہشتی زندگی

وحید احمد رفیق

قسط نمبر 6

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اور حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

گھر کے کمزور حالات اپنے ماں باپ تک پر ظاہر نہ کرنا

صاحبزادی طاہرہ صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

''ہم سب مالیر کوٹلہ میں اپنے دادا ابّا حضور کے پاس ہی رہتے تھے۔ ابا حضور ہی تمام اخراجات کا بوجھ اٹھاتے تھے گو ہر قسم کے اخراجات ابّا حضور کے ہی ذمہ تھے۔ مگر پھر بھی شادی کے بعد اور پھر چھوٹے چھوٹے بچوں کا جب ساتھ ہو تو کئی قسم کی ضرورتیں پڑ جاتی ہیں۔ مگر امّی کی طبیعت میں بہت ہی غیرت تھی۔ وہ خود تکلیف اٹھا لیتی تھیں مگر کبھی اپنی کسی ضرورت کا اظہار نہیں کرتی تھیں۔ امّی نے اکثر بتایا کہ حضرت اماں جان مجھے اکثر بے حد اصرار سے پوچھتی تھیں۔ بیٹی تمہیں کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ مگر میں غیرت کے مارے حضرت اماں جان کو بھی احساس نہیں ہونے دیتی تھی اور حضرت اماں جان خود ہی امّی کی ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 68-67)

اپنا زیور، مال، جائیداد اپنے میاں کی ضرورت کے لیے پیش کردیا

محترم نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ کی غیر مطبوعہ ڈائری میں تحریر ہے:

''عجیب در عجیب رنگوں میں خدا تعالیٰ نے میری مدد کی۔ میری بیوی کی کچھ اراضی ورثہ میں آئی ہوئی تھی۔ کچھ انہیں کا زیور فروخت کر کے ایک 13,14 گھماؤں کا رقبہ میں نے اپنی کوٹھی دارالسلام کے نزدیک خریدا اس میں مَیں کاشت کرایا کرتا تھا اور 3 صد روپیہ والد صاحب کی طرف سے جیب خرچ ملتا تھا۔ سستا زمانہ تھا ان دونوں طریقوں سے گزارا کی اچھی صورت ہو جاتی تھی۔ لیکن والد صاحب نے 3 صد روپیہ کی بجائے میرا جیب خرچ بھی دس روپے ماہانہ کر دیا کیونکہ ان کے مالی حالات خود خراب ہوتے جا رہے تھے۔ بسا اوقات جیسا کہ عام قاعدہ ہے بے کار اولاد والدین پر اعتراض بھی کرنے لگ جاتی ہے۔ ایسی حالت بھی کبھی کبھی پیدا ہوئی۔ میں چار بچوں کا باپ ہو چکا تھا۔ میری بیوی، جہاں مجھے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے اکساتیں وہاں کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے بھی تحریک کرتیں۔ بار بار انہوں نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس بات پر آمادہ کیا کہ میں کوئی ایسا کام کروں جس سے اللہ تعالیٰ کے افضال کے راستے کھلیں۔ میری مالی حالت 1928ء سے 1931ء کے درمیان اس قدر گر گئی جس کو ناگفتہ بہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر ایسے انتظامات اور سامان کیے کہ میری آمد کے ذرائع والد صاحب کی آمد سے بھی بڑھ گئے۔ بغیر کسی سرمایہ اور بغیر کسی کی امداد کے لاکھوں کی جائیداد بن گئی اور پھر بہت سے ترقی کے اور سامان بھی کھلتے چلے گئے۔ ھذا من فضل ربی میں خدا تعالیٰ کی کس کس نعمت کا ذکر کروں۔ ... آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کے دوران میں نے گذارا کہاں سے کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میری بیوی کی قادیان میں اراضیات کافی ہیں۔ وہ فروخت ہوتی ہیں اور ان کا روپیہ آتا ہے اور اسی روپیہ سے ہمارا گذارا کئی سال تک ہوتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ دراصل سندھ کی اراضیات کا لین دین میری بیوی کے روپے سے ہی ہوا ہے۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 69-68)

مثالی جوڑا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا: ''ابھی جمعہ کی نماز کے بعد حضرت پھوپھی جان کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔ آپ کے ذکر کے سلسلہ میں مَیں یہ بات بھی بتانا چاہتا تھا کہ حضرت پھوپھا جان یعنی حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو خدا تعالیٰ نے ایک بہت ہی پیار کرنے والی شخصیت عطا فرمائی تھی۔ بہت ہی مہمان نواز، بہت ہی خلیق انسان تھے اور اس لحاظ سے یہ جوڑ بہت ہی مناسب تھا۔ اُن کی طبیعت میں سادگی تھی اور سادگی کے ساتھ حضرت پھوپھی جان کی بعض خاص ایسی خوبیاں تھیں جن تک ان کی رسائی نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود ایک انتہائی اعلیٰ، ایک مثالی نمونے کا جوڑا تھا۔ جن خوبیوں کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں مثلاً ادب اور ذوق شعری ہے۔ حضرت پھوپھا جان کو یہ شعری ذوق ملا ہی نہیں تھا اور یہ شعر پڑھتے بھی تھے اگر تو صحیح وزن کے ساتھ بعض دفعہ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اس کے مقابل پر حضرت پھوپھی جان کو نہایت ہی لطیف شعری ذوق عطا ہوا تھا۔ خود بہت ہی صاحب کمال شاعرہ تھیں۔......

میاں بیوی کا آپس میں غیر معمولی تعلق، محبت اور وفا

حضرت پھوپھا جان کے ساتھ اگرچہ اس لحاظ سے طبیعتوں کا جوڑ طبعی نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود آپس میں ایسی محبت، ایسا غیر معمولی تعلق آپس میں، ایسا ساتھ، ایسی وفا۔ یہ اس لیے میں ذکر کر رہا ہوں خصوصیت کے ساتھ کہ بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جی ہمارا طبیعتوں کا جوڑ نہیں ہے۔ جو صاحبِ کرام لوگ ہوں۔ وہ طبیعتوں کا جوڑ نہ بھی ہو تو اچھی باتیں نکال کر ان کی قدر کر کے ان سے جوڑ پیدا کر لیا کرتے ہیں اور جو صاحبِ کرام نہ ہوں ان کو بے جوڑ باتیں زیادہ دکھائی دیتی ہیں اور جہاں جوڑ ہو سکتا ہے انہیں وہ نظر انداز کر دیا کرتے ہیں۔ اس لیے خصوصیت سے مَیں اس کا ذکر کرنا چاہتا تھا خطبہ میں کہ آپ کی زندگی اسی لحاظ کا نمونہ تھی۔ آپ کا صاحب کرام لوگوں کی اولاد ہونا کرام کی اولاد ہونا۔ کرام سے مراد ہے ذوالاکرام لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی کریمانہ اخلاق بخشے ہوں، اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اندر یہ کریمانہ صفت موجود تھی کہ اگر کوئی طبیعت کا اختلاف بھی ہے تو اسے نظر انداز کر کے جو خوبیاں اور نیکیاں ہیں ان سے تعلق جوڑ لیں۔ چنانچہ آپ کی ساری زندگی کے تعلقات میں یہ بات ہمیشہ غالب رہی کہ خوبیوں پر نظر رکھ کر ان سے آپ تعلق جوڑا کرتی تھیں۔''

(خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 326-325)

طبیعتوں کے تفاوت کو محبت کے پردوں میں ڈھانکے رکھنا

صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ تحریر کرتی ہیں: ''میرے ابّا ایک سادہ درویش صفت انسان تھے اور امّی ان کے مقابلے میں بہت ذہین ادبی ذوق رکھنے والی، شاعرانہ مزاج۔ دونوں کے طبائع میں بہت تفاوت تھا لیکن امّی نے اس تعلق کو اس خوبصورتی سے نبھایا کہ ابّا امّی ہمارے خاندان میں مثالی جوڑا گنے جاتے تھے۔ امّی نے ہمیشہ ابّا کی فطرتی حسن پر نظر کی اور طبیعتوں کے تفاوت کو محبت کے پردوں میں ڈھانکے رکھا۔ آج کل کی نوجوان نسل چھوٹی چھوٹی باتوں کو وجہ اختلاف بنا کر گھر برباد کر لیتی ہے۔ ان کے لیے بے شک امّی کا نمونہ مشعل راہ ہونا چاہیے۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 103)

اہلی زندگی کے لیے ایک قابل تقلید مثال

صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ تحریر کرتی ہیں: ''میرے ابّا ایک مثالی خاوند تھے۔ انہوں نے حقیقت میں میرے دادا ابّا حضور کی ہر نصیحت پر عمل کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی کے شایان شان خاوند بن کر دکھایا۔ محبت کے ساتھ ساتھ ان کا ہمیشہ عزت واحترام رکھا۔ میں نے اکثر ابّا کو کہتے سنا کہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ میرے جیسے نوابی خاندان کے لوگ دھکے کھاتے پھرتے ہیں مجھے تو جو کچھ ملا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی کے طفیل ملا۔ آپا سیدہ بشریٰ نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ابّا امّی کے ساتھ وہ اور آپا قدسیہ ڈلہوزی میں سیر کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں امّی کے جوتے کا تسمہ کھل گیا۔ ابا نے فوراً جھک کر تسمہ باندھ دیا۔ پھر ہم لڑکیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''یہ امید اپنے خاوندوں سے نہ لگا بیٹھنا میں تو ان کی عزت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی سمجھ کر کرتا ہوں۔'' غرضیکہ ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ لیکن امّی نے بھی صحیح معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی بن کر دکھایا۔ ابا کی طویل اور خطرناک بیماری میں جس پیار محبت اور جانفشانی سے انہوں نے اپنے شوہر کی خدمت کی وہ اہلی زندگی کے لیے ایک قابل تقلید مثال ہے۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 103)

کبھی باہمی اختلاف نہیں دیکھا

ایک پرانے خادم میاں رحیم الدین صاحب مرحوم کا بیان ہے: ''آپ (یعنی حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب۔ ناقل) اپنے گھر والوں سے بہت عزت واکرام سے پیش آتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ میری دینی ودنیوی ترقی اسی پاک خاتون کے طفیل ہے۔ ...ہم نے کبھی باہمی اختلاف نہیں دیکھا۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 104)

ایک ایسا مثالی جوڑا جس کی نظیر مجھے نہ ملی

عذرا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عنایت اللہ صاحب ٹنڈو جام حیدر آباد سندھ جن کو بیگم صاحبہ کے پاس لمبا عرصہ رہنے کا موقع ملا تحریر کرتی ہیں: ''میں نے اپنی زندگی میں بہت جوڑے دیکھے ہیں ایک سے ایک بڑھ کر، لیکن جو مثالی جوڑا میں نے حضرت سیدہ مرحومہ اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کا دیکھا اس کی نظیر مجھے نہ ملی۔ آپس میں اس قدر پیار۔ محبت والہانہ شیفتگی اور UNDERSTANDING تھی کہ رشک آتا۔ آپ کا وجود حضرت نواب صاحب مرحوم کے لیے ایک کھلی کتاب تھا۔ کوئی شک وشبہ، کوئی پردہ، کوئی راز، کوئی پوشیدگی نہ تھی۔ حضرت نواب صاحب ہر معاملہ میں آپ پر بکلی اعتماد کرتے۔ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا جس پر حضرت نواب صاحب نے حضرت بیگم صاحبہ سے مشورہ نہ لیا ہو۔ بعض اوقات حضرت نواب صاحب طبیعت کی تیزی کی وجہ سے وقتی طور پر ناراض بھی ہو جاتے لیکن یہ لمحات اس قدر عارضی ثابت ہوتے کہ انسان حیران رہ جاتا۔ قہقہہ لگا کر حضرت نواب صاحب بڑے والہانہ انداز میں اس طرح گفتگو شروع کر دیتے کہ معلوم ہوتا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ ایک دوسرے کا اس قدر خیال اتنا احساس اتنا فکر کہ چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا فکر دامن گیر رہتا۔ ذرا ذرا سی خواہشات کا اس قدر احترام ایک دوسرے کو ہوتا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ لیکن سب سے نمایاں اور سب سے بڑھ کر وہ احترام وعقیدت تھی جو حضرت نواب صاحب کے دل میں حضرت بیگم صاحبہ کے لیے تھی۔ نہ صرف خود ہمیشہ اس امر کا خیال رکھا کہ حضرت بیگم صاحبہ کا وجود ایک بابرکت وجود ہے، بلکہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں بالخصوص بچوں کے دل میں یہ جذبہ راسخ کر دیا کہ اس نادر وجود کا قرار واقعی احترام کیا جائے اور یہ اسی جذبہ کا اثر تھا کہ سارے عزیز واقارب حضرت سیدہ مرحومہ کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کیے رہتے اور اس میں حضرت سیدہ موصوفہ کے اوصاف حسنہ اور اخلاق کریمانہ کا بھی بہت زیادہ عمل دخل تھا۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 105-104)

نہایت گہرا خیال رکھنے والی بیوی

صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں: ''سب سے پہلے تو میں امّی جان کے متعلق بحیثیت بیوی کچھ لکھنے کی کوشش کروں گی۔ جہاں تک میں امّی جان کو بحیثیت بیوی دیکھتی ہوں تو آپ نہایت ہی محبت کرنے والی، نہایت گہرا خیال رکھنے والی بیوی تھیں۔ جو بھی حالات پیش آئے آپ نے ان کو بشاشت کے ساتھ برداشت کیا اور ہر رنگ میں ابا جان کا ساتھ دیا اور باوجود اس کے کہ ابّا جان جیسا محبت کرنے والا اور خیال رکھنے والا قدر دان خاوند جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ مگر پھر بھی اس سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ اپنے فرائض پوری طرح ادا کیے۔''

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 107)

گویا پھولوں کی سیج پر بٹھا رکھا تھا

صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ تحریر کرتی ہیں: ''چھوٹی عمر میں ہی آپ کی شادی نواب عبداللہ خان صاحب سے ہوگئی۔ جو پھوپھی جان سے عمر میں کافی بڑے تھے۔ پھوپھا جان بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت امّاں جان سے عشق کی حد تک محبت رکھتے تھے۔ آپ نے پھوپھی جان سے ایسی محبت اور پیار کا سلوک کیا اور ہر طرح سے خیال رکھا جس طرح ماں، چلّے کے بچے کا رکھتی ہے۔ کبھی پھوپھی جان سے اپنا ذاتی کام نہیں لیا۔ ویسے تو گھر میں ماشاء اللہ بہت ملازم تھے۔ لیکن جب بھی پھوپھی جان اپنے ہاتھ سے کام کرنے لگتیں تو پھوپھا جان روک دیتے کہ بیگم گھر میں اتنے ملازموں کے ہوتے ہوئے آپ کوئی کام نہ کریں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ گویا پھولوں کی سیج پر بٹھا رکھا تھا۔ بے حد پیار محبت اور احترام کا سلوک کیا۔ ہر معاملہ میں پھوپھی جان کی رائے کو مقدم

رکھا۔‘‘...

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 107)

انتہائی محبت اور پیار کے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اپنی اہلیہ دختِ کرام حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں: ’’اس مہر و وفا کی مجسم نے جب میری بیماری کی اطلاع راولپنڈی میں پائی تو نہایت درجہ پریشانی کی حالت میں فوراً لاہور پہنچیں یہ میری بیماری کی پہلی رات تھی اور ساری رات موٹر پر ان کو رہنا پڑا۔ صبح چار بجے کے قریب لاہور پہنچیں۔ لیکن کیا مجال میرے پر اپنی گھبراہٹ کا اظہار ہونے دیا ہو۔ پھر اس قدر تندہی اور جانفشانی سے میری خدمت میں لگ گئیں۔ کہ میں نہیں کہہ سکتا کوئی دوسری عورت اس قدر محبت اور پیار کے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت کرسکتی ہو۔ اس اللہ تعالیٰ کی بندی نے اپنے اوپر آرام کو حرام کرلیا۔ رات دن جاگتے ہوئے کاٹتی تھیں۔ کمرہ تنگ تھا اس لیے دوسری چارپائی کمرہ میں بچھ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے یہ ناز ونعمت کی پلی جو کہ ریشم واطلس کے لحافوں میں آرام کی عادی تھی زمین پر چند منٹ کے لیے سر ٹیک کر آرام لے لیتی تھی۔ بلکہ زمین پر نہیں ایک تخت پوش نماز کے لیے بچھا ہوا تھا اس پر چند منٹ کا آرام اگر میسر آجائے تو آجائے۔ ورنہ ہر وقت چوکس، ہوشیار۔ میرے کام کے لیے مستعد ہوتی تھیں۔ یہ نہیں کہ کوئی اور میرا خبر گیراں نہ تھا۔ ان ایام میں ملازموں کے علاوہ تمام عزیز اور رشتہ دار میری خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ مَیں اس بیماری میں اپنے کو اس قدر خوش نصیب اور خوش بخت لوگوں میں متصور کرتا تھا.. لیکن میری باوفا بیوی، پیاری بیوی نے کسی کی امداد پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کی یہی خواہش اور آرزو رہتی تھی کہ خود ہی میرا کام کریں۔ اگر کسی دوسرے کو کام کہتا تا کہ اُن کو آرام ملے تو اس سے خوش ہونے کی بجائے ناراض ہوتیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کی طبیعت سے واقف نہیں ہوتے۔ ان فلسفیوں کو کیا علم کہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور پاک بندوں کی تربیت حاصل ہوتی ہے اور ان لوگوں کے فیضِ صحبت سے اپنے اعمال کو صیقل کیے ہوتے ہیں ان کی دُنیا ہی نرالی ہوتی ہے...‘‘

(اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ مؤلفہ صلاح الدین ملک ایم۔اے ایڈیشن اول مئی 1965ء صفحہ نمبر 86-85)

بیوی کی محبت اور وفا کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہوں

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اپنی اہلیہ دختِ کرام حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے متعلق فرماتے ہیں: ’’وہ شہزادیوں کی طبیعت رکھتی ہیں۔ ان میں نخوت وتکبر رائی برابر نہیں لیکن کبریائی ان میں دیکھتا ہوں... جو حسد اور رِیس سے بہت بالاتر ہے۔ مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کی شخصیت نے ان کو مرعوب کیا ہو۔ وہ طبّاع اور ذہین ہیں وہ جس سے گفتگو کرتی ہیں اس کو اپنا گرویدہ کرلیتی ہیں۔ خاوند پر کبھی ناجائز بوجھ نہیں ڈالتیں۔ بلکہ اپنے خاوند کے فکر وہم وغم میں پوری ہمدرد اور مونس ساتھی کا کام دیتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ عزیزوں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرکے حظّ حاصل کرتی ہیں۔ ان کو کسی چیز کے خود استعمال کرنے کی نسبت اس بات سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ دوسرا ان کی چیز کو استعمال کرے۔ اگر کسی نے کسی وقت کوئی تکلیف پہنچائی ہو تو ذرا سی تلافی سے تمام شکایات طاقِ نسیان کر دیتی ہیں۔ صبر وشکر ان کا شیوہ ہے۔ بغض وحسد وکینہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کو محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہ سرشار ہیں۔ میں نے اکثر اوقات دیکھا ہے کہ ان کو کسی چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو آناً فاناً مہیا کرنے کے سامان کر دیے۔‘‘

(اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ مؤلفہ صلاح الدین ملک ایم اے۔ ایڈیشن اول مئی 1965ء صفحہ نمبر 86)

قربانی کی انتہا

حضرت صاحبزادی محترمہ طیبہ آمنہ صاحبہ بیگم مکرم مرزا مبارک احمد صاحب اپنی والدہ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے متعلق فرماتی ہیں: ’’ایک خاوند کی حیثیت سے ابّاجان کو پرکھنے پر سارے خاندان میں آپ کی محبت کو مثالی پاتی ہوں۔ محبت کے ساتھ امّی جان کی بے حد عزت واحترام آپ کے دل میں تھا... امّی جان نے ابّاجان کی بیماری میں جو خدمت کی وہ سب کے لیے ایک مثال ہے۔ مسلسل پانچ سال بیماری کے جو بستر پر گزرے اس عرصہ میں ابّاجان کو شدید عوارض لاحق ہوتے رہے۔ ہجرت کے بعد حالات بدل گئے تھے۔ پرانے نوکر ادھر اُدھر بکھر گئے تھے۔..... امّی جان نے اپنے ہاتھ سے ابّاجان کے پاٹ تک اُٹھائے ایک وقت ایسا آیا کہ ڈاکٹروں نے ہدایت دی کہ ابّاجان کو جتنا پانی دودھ وغیرہ سیال چیزیں دی جائیں ان کا وزن لکھا جائے اور جتنا پیشاب آئے اسے ماپ کر لکھا جائے۔ اب گرمیوں کے دن لمحہ لمحہ بعد پانی وغیرہ کا ناپنا اور پھر لکھنا اور ادھر پیشاب ناپ کر لکھنا۔ یہ ساری محنت اُمّی جان خود کرتی تھیں۔ لڑکیاں جو شادی شدہ تھیں وہ اپنے اپنے گھروں کو جا چکی تھیں کب تک ٹھہر سکتی تھیں۔ سارا کام امّی جان پر تھا۔ مگر اُمّی جان نے کبھی گھبراہٹ کا اظہار تک نہیں کیا۔ خود بھی حوصلہ رکھا اور ابّاجان کا حوصلہ بھی بڑھاتی رہیں اور کبھی بھی بیماری کے کمرے کو Dull نہیں ہونے دیا۔

ڈاکٹر یوسف صاحب (اباجان کے مستقل معالج) کہتے تھے نواب صاحب! ہم ڈاکٹر آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ آج تک کسی مریض کا ایسا علاج نہیں ہوا اور نہ کسی مریض کی کبھی ایسی نرسنگ ہوئی ہے۔ اگر آپ دو نرسیں رکھ لیتے تو بھی آپ کو ایسی نرسنگ نہیں مل سکتی تھی۔ اتنا صاف اور باقاعدگی کا کام تھا کہ یوں لگتا تھا جیسے کوئی ٹرینڈ نرس کر رہی ہے بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر۔ بیماریوں کے دوران کئی دفعہ ابّاجان کو ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ وہاں بھی امّی جان کو نرسوں کا کام پسند نہیں آتا تھا اور ڈاکٹر سے اجازت لے کر دوائیاں وغیرہ سب کچھ اپنے ذمہ لے لیتی تھیں۔ ہزارہا روپیہ ہر مہینے علاج پر پانی کی طرح خرچ ہوتا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی امّی جان کے دل میں یہ انقباض نہیں ہوا کہ یہ خرچ نہ کریں اور ساتھ ہی اتنا ہی صدقہ وخیرات...‘‘

(اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ مؤلفہ صلاح الدین ملک ایم اے۔ ایڈیشن اول مئی 1965ء صفحہ نمبر 185 تا 186)

بیمار خاوند کی تیمارداری کی خاطر دیگر تمام کاموں کو بھلا دیا

حضرت صاحبزادی محترمہ طیبہ آمنہ صاحبہ بیگم مکرم مرزا مبارک احمد صاحب اپنی والدہ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے متعلق فرماتی ہیں: ’’...اس وقت سب سے مقدم ابّاجان کی ذات تھی۔ پانچ سال کے بعد پہلی دفعہ ڈاکٹر نے ابّاجان کو دو قدم چلایا۔ پہیہ دار کرسی (Wheeled Chair) پر باہر اندر جانے کی، غسل خانے تک جانے کی اجازت مل گئی۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں امّی جان نے نہیں دیکھا کہ گھر میں کیا سامان ہے کیا نہیں۔ کسی تقریب میں شرکت نہیں کی۔ کسی محفل میں نہیں بیٹھیں۔ غالباً ابّاجان کی بیماری کو چار ساڑھے چار سال ہوئے ہوں گے کہ لاہور میں کوئی شادی کی تقریب تھی۔ اباجان نے امّی جان کو مجبور کیا کہ آپ اتنا عرصہ سے نہیں نکلیں۔ ضرور ہو آؤ۔ اس وقت خیال آیا کہ امّی جان نے تو اس عرصہ میں اپنے کپڑوں کی طرف بھی توجہ نہیں دی۔ جو پہلے تھے وہ اس عرصہ میں پہن لیے۔ اس وقت میری بہن شاہدہ کو ابّاجان نے حکم دیا کہ ابھی جاؤ اور اپنی امّی کے لیے اتنے جوڑے خرید کر لاؤ۔ غرضیکہ قربانی کی انتہا تھی جو امّی جان نے کی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ مؤلفہ صلاح الدین ملک ایم اے۔ ایڈیشن اول مئی 1965ء صفحہ نمبر 186)

خدا اُن کو بھی اچھے ہی دے گا

حضرت صاحبزادی محترمہ طیبہ آمنہ صاحبہ بیگم مکرم مرزا مبارک احمد صاحب اپنی والدہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے متعلق فرماتی ہیں: ’’...امّی جان کو اکثر سر درد کا دورہ ہوتا تھا اور وہ اکثر صبح کے آخری حصے سے شروع ہو کر بعض دفعہ چوبیس گھنٹے تک رہتا تھا۔ دورہ سے سارے اہل خانہ گھبرا جاتے۔ گھر میں بالکل خاموشی طاری ہوتی۔ ابّاجان کی تاکید ہوتی تھی کہ کوئی شور نہ ڈالے، دروازے نہ بجیں، کمرے میں جانے کی کسی کو اجازت نہ ہوتی سوائے اس کے جو سر دبا رہی ہوتی تھی۔ ابّاجان چائے بنوا کر تیار رکھواتے تھے کہ شاید اُمّی مانگ لیں۔ کیونکہ امّی جان کو ساتھ اُلٹیاں آتی تھیں اور وہ کچھ نہیں کھاتی تھیں۔ اس لیے احتیاطاً کہ جب طبیعت ذرا ٹھیک ہو اور وہ کوئی ایسی چیز مانگیں جو گھر میں نہ ہو کار شہر بھجوا کر ہر قسم کی چیزیں منگوا کر رکھتے کہ شاید کسی چیز کی امّی کو خواہش ہو تو کھا سکیں۔ خالہ جان نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک بار ابّاجان سے کہا کہ دیکھو اب تمہاری بیٹیاں بھی اپنے خاوندوں سے یہی توقع رکھیں گی۔ تو ابّاجان نے کہا کہ خُدا اُن کو بھی اچھے ہی دے گا۔‘‘

(اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ مؤلفہ صلاح الدین ملک ایم اے۔ ایڈیشن اول مئی 1965ء صفحہ نمبر 187-186)

☆☆☆☆☆

(باقی آئندہ)

بقیہ رپورٹ: دورہ جرمنی از صفحہ نمبر 20

میں بدل چکا ہے اور یہ کمیونٹی اب دنیا کے ہر مقام پر ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان میں سے اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ انہیں جب یہ احساس ہوتا ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی قرآن مجید کی حقیقی تشریح ہے اور وہی جو پیغمبر اسلام کی سنت کے مطابق ہے تو وہ ہمیں مان لیتے ہیں اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ایک دن وہ سب یا ان کی اکثریت ضرور سمجھ جائے گی اور ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ اس عمل میں وقت لگے گا۔ مذہبی جماعتیں ہمیشہ وقت لیتی ہیں۔ کیا عیسائیت ایک دن میں پھیل گئی تھی؟ نہیں۔ بلکہ تین سو سال سے زائد عرصہ لگا جب لوگ عیسائیت کے بارہ میں جاننے لگے تھے۔ بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے کہ تین سو سال پورے نہیں ہوں گے کہ لوگوں کی اکثریت اسلام کی حقیقی تعلیم کو تسلیم کرلے گی جو کہ احمدیت ہے۔

☆... جرنلسٹ نے سوال کیا کہ اس صورت حال میں یورپی سیاست دانوں اور معاشرہ کو شدت پسندی کے خلاف کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی شدت پسندی کے خلاف ہیں؟

اس سوال کے جواب میں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** ہم خود اس شدت پسندی کے خلاف ہیں۔ سیاست دان ہونے کے ناطے آپ کو دنیا کو صحیح پیغام پہنچانا چاہیے جیسا کہ احمدیہ کمیونٹی پہنچا رہی ہے۔ اگر کبھی تخریب کاروں کی طرف سے ظلم و زیادتی کی جائے جس سے ظاہر ہے لوگ متاثر ہوتے ہیں، مثلاً خودکش حملہ، یا فائرنگ یا گاڑی لوگوں پر چڑھا دی جاتی ہے تو ایسا واقعہ پریس اور میڈیا میں ایک بڑی خبر بن جاتا ہے، لیکن دوسری طرف ہزاروں لاکھوں لوگ پُرامن اسلام جو کہ احمدیت ہے کو قبول کرتے ہیں لیکن آپ اس کی کوئی خبر نہیں دیتے۔ اگر آپ لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ اگرچہ کچھ لوگ ہیں جو اسلام کے نام پر برے کام کر رہے ہیں تو ایسے لوگ بھی ہیں جو اچھے کام کر رہے ہیں جو اسلام کے نام پر امن، پیار اور بھائی چارہ کا پیغام پھیلا رہے ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ دونوں اطراف کی حقیقی تصویر پیش کریں گے تو پھر لوگ اسلام کی ایک تصویر ہی نہیں دیکھیں گے بلکہ یہ بھی دیکھیں گے کہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اسلام کے حقیقی علمبردار ہیں۔

☆... جرنلسٹ نے سوال کیا: ایک اور مسئلہ ہے کہ آپ integration کے حق میں ہیں تو کیا آپ لوگ جو مرد اور عورت کو الگ الگ رکھتے ہیں تو کیا اس طرح آپ integration کے حق میں ہیں؟

اس پر **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** کیا یہی ایک مسئلہ ہے جو حقیقی integration کے لیے ضروری ہے؟ نہیں۔ صرف یہ ایک مسئلہ نہیں ہے۔ میرے نزدیک integration یہ ہے کہ آپ اپنے ملک سے پیار کریں، قانون کی پابندی کریں، اپنی تمام استعدادوں سے ملک کی بہتری کے لیے کام کریں، تو یہ صحیح integration ہے۔ اگر آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں اور آپ نے اس نئے ملک میں Nationality لی تو پھر آپ کو اس ملک اور قوم کے ساتھ دیانتداری سے وفا کرنا ہوگی۔ یہ ہے ایک بات۔ اور دوسری بات یہ کہ جب آپ مرد اور عورت الگ الگ دیکھتے ہیں تو یہ ایک مذہبی معاملہ ہے اور مذہبی تعلیم کی وجہ سے ایسا ہے۔ اس کے باوجود ہماری ڈاکٹرز ہسپتالوں میں میل ڈاکٹرز کے ساتھ کام کر رہی ہیں، نرسز، میل نرسز کے ساتھ کام کر رہی ہیں، وہ مرد اور عورت مریضوں کا برابری سے علاج معالجہ کر رہی ہیں یا کر رہے ہیں، جو سائنسدان ہیں وہ لیبارٹریز میں مرد اور عورت دونوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ جہاں کہیں بھی مرد اور عورت کے آپس میں مل کر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم کرتے ہیں، اور جب ہم عبادت کرتے ہیں تو پھر مرد عورت کی یہ تمیز ہوتی ہے تو اس کے پیچھے بھی حکمت ہے، اگر میں وہ بیان کروں تو کافی دیر ہو جائے گی اور بعض لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں،

یہ ایک لمبا مضمون ہے، لیکن ہم بہت اچھی طرح integrated ہیں۔ Integration کا ہرگز صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم مذہبی تعلیمات کو چھوڑ دیں جو یہ ہیں کہ ہم مناسب لباس پہنیں اور اپنے سروں کو ڈھانپ کر رکھیں تا کہ مردوں کے لیے کشش کا باعث نہ بنیں اور بری نظروں سے بچ سکیں، تو یہ وجوہات ہیں ورنہ جہاں اکٹھے مل کر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ہم مل کر کام کرتے ہیں۔ ہماری عورتیں باہر بازار وغیرہ جاتی ہیں، کیا وہ نہیں جاتیں؟ یہاں بہت سی احمدی مسلم خواتین ہیں جنہیں مَیں جانتا ہوں وہ (شاپنگ) سٹورز پر کام کرتی ہیں۔ ان میں بعض اپنے کاروبار بھی چلا رہی ہیں۔ تو پھر integration کا اور کیا مطلب ہے؟

☆...جرنلسٹ نے کہا کہ (سماجی اور معاشرتی) اقدار میں شرکت کرنا!

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہم اقدار میں شریک ہوتے ہیں۔ اقدار کیا ہیں؟ اگر آپ کہتی ہیں کہ کلب جانا، شراب پینا ہی وہ چیز ہے جس سے آپ integrate ہو سکتے ہیں تو یہ غلط بات ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اور بھی بہت سی اقدار ہیں۔ ہمارے بعض مذہبی فرائض بھی ہیں اور ان مذہبی فرائض کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی تمام استعدادیں ملک کی بہتری کے لیے استعمال کرنی چاہئیں اور میرے نزدیک یہی صحیح integration ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میرے خیال میں آپ نے اتنے سوال کر لیے ہیں کہ اس میں باقی لوگوں نے جو سوال پوچھنے تھے وہ بھی آ گئے ہوں گے اور اگر ابھی بھی ان کے کچھ تحفظات یا سوال ہوں اور وہ نہیں پوچھ سکے تو یہ آپ کی وجہ سے ہو گا میری وجہ سے نہیں ہو گا۔

....

گیزن شہر کی لارڈ میئر کی طرف سے ایک پودے کا تحفہ

پریس کانفرنس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال کے بیرونی حصّہ میں تشریف لے آئے جہاں حضور انور نے گملے میں لگے ہوئے ایک پودے کو پانی دیا۔ یہ پودا شہر گیزن کی لارڈ میئر Mrs. Dietlind Grabe-Bolz نے ''مسجد بیت الصمد'' کے افتتاح کی خوشی میں جماعت کو پیش کیا ہے۔

اس پودے کو جو پانی دیا گیا وہ شہر کی نہر Lahn سے خصوصی طور پر لایا گیا تھا۔ حضور انور نے پودے کو پانی دیتے ہوئے میئر سے فرمایا کہ آپ بھی پانی دینے والے برتن کو ایک طرف سے پکڑ لیں۔ اس طرح حضور انور اور میئر نے پودے کو ایک ساتھ پانی دیا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال کے اندر تشریف لے آئے جہاں پروگرام کے مطابق چھ بجکر 45 منٹ پر باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا۔

....

مسجد بیت الصمد کے افتتاح کے حوالہ سے منعقدہ تقریب

مکرم داؤد مجوکہ صاحب نیشنل سیکرٹری امور خارجیہ نے مہمانوں کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں مکرم حافظ ذاکر مسلم صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور عزیزم عرفان احمد بھٹی صاحب نے جرمن زبان میں ترجمہ پیش کیا۔

امیر جماعت جرمنی کا تعارفی ایڈریس

اس کے بعد مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جرمنی نے اپنا تعارفی ایڈریس پیش کرتے ہوئے بتایا کہ شہر Giessen جرمنی کے صوبہ Hessen میں واقع ہے، یہ شہر دریائے Lahn پر واقع ہے۔ 1197ء میں پہلی بار ایک سند میں شہر گیزن کا ذکر ملتا ہے۔

اس شہر کی آبادی 84 ہزار ہے جس میں سے 38 ہزار یونیورسٹی کے طلباء ہیں۔ Hessen صوبہ میں شہر کو یہ منفرد حیثیت بھی حاصل ہے کہ یہاں سکولوں میں اسلامی تعلیمات بھی پڑھائی جاتی ہیں اور اس بارہ میں جماعت کا مکمل تعاون انہیں حاصل ہے۔

امیر صاحب نے اس شہر میں جماعت کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ 1983ء میں پہلی احمدی فیملی گیزن میں آئی۔ تین سال بعد 1986ء میں یہاں باقاعدہ جماعت قائم ہوئی۔ اس وقت یہاں کی جماعت 220 افراد پر مشتمل ہے۔

1998ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ Giessen تشریف لائے اور یہاں کی یونیورسٹی میں سوال و جواب کی ایک نشست منعقد ہوئی۔ 1989ء میں Giessen میں ایک چھوٹا مکان کرائے پر لیا گیا جس کو نماز سینٹر کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔ پھر 2004ء میں ایک نماز سینٹر مستقل طور پر قائم کیا گیا جو اب تک استعمال کیا جا تا رہا ہے۔

2011ء میں مسجد کی تعمیر کے لئے پلاٹ خریدا گیا اور 28 مئی 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورۂ جرمنی کے دوران اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جو مسجد تعمیر ہوئی ہے اس کے دو علیحدہ علیحدہ ہال مردوں اور عورتوں کے لئے ہیں، پلاٹ کا رقبہ ایک ہزار مربع میٹر ہے۔ مینارہ کی اونچائی 12 میٹر اور گنبد کا قطر 6 میٹر ہے۔ مسجد کے بیرونی احاطہ میں 16 گاڑیوں کی پارکنگ کی گنجائش ہے۔ یہ پلاٹ شہر کے وسط میں، شہر کی مصروف ترین سڑکوں میں سے ایک سڑک پر واقع ہے۔

صوبہ ہیسن کے چیف منسٹر کے نمائندہ کا ایڈریس

امیر صاحب جرمنی کے ایڈریس کے بعد وائس پریذیڈنٹ آف Giessen ڈویژن Mr. Martin Robler جو چیف منسٹر صوبہ Hessen کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی آئے تھے، نے اپنا ایڈریس پیش کیا۔

موصوف نے کہا کہ مَیں سب سے پہلے خلیفۃ المسیح اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر مَیں آج آپ کا مہمان بن سکا ہوں۔ مَیں صوبہ ہیسن کے چیف منسٹر کی نمائندگی میں آیا ہوں اور چیف منسٹر کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں اور مسجد کے افتتاح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

موصوف نے کہا کہ جماعت کو اس صوبہ میں جو سٹیٹس ملا ہے وہ اِس بات کا نشان ہے کہ جماعت اس ملک کی خدمت کرتی ہے اور جماعت Freedom of Speech اور دیگر اہم اقدار کی محافظ ہے۔ آپ لوگ پیار و محبت سے رہتے ہیں اور ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ ہمیشہ امن و سکون میں رہیں اور سب لوگوں کے لئے اکٹھے ہونے کی یہ جگہ ہمیشہ قائم رہے اور آپ لوگوں کی تمام نیک تمنائیں اور خواہشات پوری ہوں۔

ممبر صوبائی اسمبلی کا ایڈریس

بعد ازاں ممبر پارلیمنٹ صوبائی اسمبلی صوبہ ہیسن Mr. Gerhard Merz نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ مَیں خلیفۃ المسیح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرے آبائی شہر میں ایک مسجد کا قیام ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ جو کہتی ہے وہ کر کے بھی دکھاتی ہے اور ملک کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر کام کرتی ہے۔ ہم جماعت احمدیہ کو صرف وقارِ عمل سے ہی نہیں پہچانتے بلکہ اَور بہت سے کاموں کی وجہ سے بھی جانتے ہیں۔ جماعت معاشرہ کی بھلائی کے لئے اپنا Active رول ادا کر رہی ہے۔

موصوف نے کہا کہ وہ SPD پارٹی کی طرف سے مسجد کے افتتاح کے موقع پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اسی طرح ہمیشہ فعّال رہے اور ہمیشہ امن اور پیار کے ساتھ مل کر ہمسایوں کے ساتھ اپنا رویّہ دکھائے۔ جماعت احمدیہ ایک ایسی راہ اختیار کر چکی ہے جو دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہے اور دوسروں کو بھی اِس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ آخر پر انہوں نے ایک بار پھر مبارکباد پیش کی۔

گیزن شہر کی لارڈ میئر کا ایڈریس

اس کے بعد شہر Giessen کی لارڈ میئر Mrs. Dietlind Grabe-Bolz نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ مَیں سب سے پہلے خلیفۃ المسیح کو اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ آج کا دن صرف Giessen کے احمدیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ Giessen شہر کے لوگوں کے لئے بھی خوشی کا دن ہے۔ آج اس تقریب میں Giessen شہر کے بہت سے لوگ نظر آ رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق شہر کے انتظامی امور سے ہے اور سیاست سے بھی ہے بلکہ پورے صوبہ Hessen سے لوگ آج اس تقریب میں شمولیت کے لئے آئے ہیں۔

میئر صاحبہ نے کہا کہ انہوں نے جماعت کے ایک پمفلٹ میں پڑھا ہے کہ مسجد ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں یہ نہیں کہ صرف عبادت کے لئے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ اس لئے بھی اکٹھے ہوتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملا جائے اور مثبت پروگرام بنائے جائیں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کئے جائیں۔

موصوفہ نے کہا کہ مسجد کے ذریعہ ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ خوشیاں بانٹ سکتے ہیں۔ شہر Giessen میں ہر مذہب کے ساتھ جماعت احمدیہ کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جماعت احمدیہ اس شہر میں اعتماد کی فضا میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ماٹو ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' اس بات کی بنیاد ہے کہ ہم ایک دوسرے مل کر امن کے ساتھ رہ سکیں۔ آپ کی جماعت تو ایک ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر تمام دنیا آپ کی باتوں پر غور کرے تو دنیا میں امن قائم ہو جائے۔ جنگ و جدال اور دہشتگردی ختم ہو جائیں۔

موصوفہ نے کہا کہ آپ کی مسجد ایک کھلی جگہ پر ہے۔ کوئی چھپا ہوا نماز سینٹر نہیں ہے۔ آپ نے مسجد تعمیر کر کے بتا دیا ہے کہ آپ شہر گیزن کا حصّہ ہیں۔ مذہب ایسا ہونا چاہئے جو دوسروں کو امن اور حفاظت دے اور یہ بات ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے بہت عمدہ فرمائی کہ اصل مذہب تو وہ ہوتا ہے جو دیگر مذاہب کو امن دے۔

آخر پر میئر نے کہا کہ آج اس مسجد کے افتتاح کی خوشی میں، مَیں نے ایک درخت جماعت کو تحفہ میں دیا ہے جس کو نہر Lahn کے پانی سے ابھی سیراب کیا گیا ہے۔ یہ درخت مسجد کے پلاٹ پر لگایا جائے گا۔ جس طرح درخت کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں جم جاتی ہیں، امید ہے کہ جماعت احمدیہ بھی اپنی جڑیں مضبوطی سے یہاں جمالے گی۔

میئر نے آخر پر درخواست کی کہ حضور انور شہر Giessen کی ''گولڈن بُک'' پر اپنے دستخط درج فرمائیں۔ یہ شہر گیزن کے لئے اعزاز کا باعث ہو گا۔

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس گولڈن بُک میں اپنے دستخط فرمائے۔

بعد ازاں سات بجکر 15 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا۔

خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع افتتاح مسجد بیت الصمد Giessen

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرمایا۔

بعد ازاں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** سب سے پہلے میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اس فنکشن میں تشریف لائے اور یہ شکر گزاری کے جذبات میرا ایک مذہبی فریضہ بھی ہے کیونکہ بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ پس اس لحاظ سے آپ کا شکر ادا کرنا میرے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اور اس بات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں کے لوگوں نے اس مسجد کے بنانے کے لئے کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔ کونسل کا اور میئر کا بھی شکریہ، یہاں کے سیاستدانوں کا بھی شکریہ۔ ان سب لوگوں نے ہماری مسجد کے بنانے میں کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں اس کی تعمیر کی اجازت دی۔ پس سب سے پہلے تو ان جذبات کا اظہار ہے۔

دوسری بات جو مَیں کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ ہمارے نیشنل امیر صاحب نے بتایا کہ اس مسجد کا نام ''مسجد بیت الصمد'' ہے۔ اور ''الصمد'' خدا تعالیٰ کی صفات اور ناموں میں سے ایک صفت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ قائم رہنے والی جس کو کسی کی ضرورت نہیں ہے جبکہ باقی جو سب مخلوق ہے، دنیا کی ہر چیز جو ہے اس کو خدا کی ضرورت ہے۔ گویا کہ خدا تعالیٰ ایک ایسی ذات ہے اور ایک ایسی ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مثلاً اس دنیا کی حدود کے بارہ میں بتایا، قرآن کریم میں آتا ہے کہ یہ زمین اور آسمان یہ بند چیز تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو کھولا۔ یعنی اس کائنات کو بنانے میں اس دنیا کو بنانے میں جو big bang کا تصور ہے جو سائنسدانوں نے پیش کیا وہ قرآن کریم نے پہلے ہی پیش کر دیا ہے۔ اور اس بات کا ذکر قرآن کریم کی اکیسویں سورت میں ہے۔ پھر اس سے آگے جا کر یہ بھی ذکر ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اس دنیا کی صف لپیٹی جائے گی یعنی black hole کا تصور جو سائنسدان پیش کرتے ہیں وہ بھی پیش کر دیا۔ یعنی سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم رہے گا۔ یعنی جو موجودہ کائنات ہے

جب سب ختم بھی ہوجائے، تب بھی خدا تعالیٰ کی ذات کو فرق نہیں پڑتا۔ اور پھر خدا کہتا ہے کہ میں دوبارہ بھی اسی طرح پیدا کروں گا جس طرح پہلے بھی big bang ہوا۔ تو یہ سائنس کی باتیں بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں اس زمانہ کے لئے سمجھا کے بتادیں کہ مَیں ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہوں گا اور میری طرف ہی تم رجوع کرو۔ اگر عبادت کرنی ہے تو میری طرف ہی جھکو، اگر پناہ لینی ہے تو میری طرف آؤ کیونکہ یہی اَلصَّمَد نام کا مطلب ہے۔

پس اس لحاظ سے مَیں امید رکھتا ہوں کہ ہم اس مسجد میں آنے والے احمدی، جہاں بھی اور جب بھی مسجد میں آئیں گے تو ہمیشہ اپنی تمام خواہشات، تمام دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور کریں گے جو دعائیں سننے والا بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والا اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور وہی ایک ہستی ہے جس کی طرف مشکل کے وقت میں بھی اور ویسے بھی پناہ کے لئے جایا جاتا ہے۔ پس یہ مختصر تعارف مسجد نام کے حساب سے میں نے کروایا۔

امیر صاحب نے یہ بتایا کہ اس شہر کی آبادی تقریباً 85 ہزار ہے جس میں سے 38 ہزار سٹوڈنٹس ہیں۔ گویا کہ یہ ایک ایسا شہر ہے کہ جس میں پڑھے لکھوں کی تعداد تقریباً نصف ہے۔ اور پڑھے لکھے لوگوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تعلیم ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم اپنے دماغوں کو بھی کھولیں اور اپنے دلوں کو بھی کھولیں اور برداشت کا مادہ زیادہ سے زیادہ پیدا کریں وہاں ہماری تعلیم اس طرف بھی توجہ دلانے والی ہونی چاہئے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے خدا کا حق ادا کرنے والے ہوں اور اس کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔ اور مساجد یا چرچ یا synagog جو بھی مختلف مذاہب کی عبادتگاہیں ہیں وہ اس لئے ہوتی ہیں تا کہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کو ہم یاد رکھیں اور اس کو کبھی نہ بھولیں۔

یہاں ہمسایوں کے حقوق کی بات بیان ہوئی۔ امیر صاحب نے ہمسایوں کا ذکر کیا۔ ہمسایوں کے حقوق کے بارہ میں اگر بتاؤں تو یہ کہ بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اتنی اہمیت بیان کی ہے اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بار بار ہمسائے کے حق پر اس قدر توجہ دلائی ہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شائد یہ ہمسایوں کو بھی وراثت کے حق میں شامل کردیا جائے گا۔ گویا کہ ہمسائے کا حق انتہائی اہم حق ہے اور اس کو ادا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ پس اس لحاظ سے جیسا کہ امیر صاحب نے ذکر بھی کیا کہ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بعض ہمسایوں کو شور، یا اور وجہ سے تکلیف ہوئی ہوگی اس کے لئے بھی ہم معذرت چاہتے ہیں اور امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اب جب کہ مسجد بن گئی ہے یہاں آنے والے پہلے سے بڑھ کر ہمسائے کا حق ادا کرنے والے ہوں گے اور احمدیوں کا کام ہے کہ یہ حق ادا کرنے والے بنیں ورنہ مسجد بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اسی طرح Giessen division کے vice president نے جماعت کی تعریف کی اور بعض باتیں بتائیں جو حقیقت میں اسلامی تعلیم ہی ہے کہ ہم تمام مذاہب جو آپس میں مختلف ہیں بھی تو وہ برداشت کا مادہ پیدا کریں اور ایک دوسرے کے جذبات اور حق کا خیال رکھیں۔ جب مسجد کے بارہ میں یہ بات آتی ہے تو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا وہ واقعہ یاد آجاتا ہے جب ایک عیسائی وفد مدینہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کو آیا اور ایک وقت میں ان سے بڑی بے چینی کا اظہار ہونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ بے چینی کس لئے ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا عبادت کا وقت ہو رہا ہے ہماری نماز کا وقت ہو رہا ہے اور ہمیں یہ نہیں پتہ کہ اپنی نماز یا عبادت کہاں ادا کریں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُس وقت اِس عیسائی وفد کے ساتھ مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ مسجد بھی ایک ایسی جگہ ہے یہاں بھی تم عبادت کرسکتے ہو۔ مسجد تو ہے ہی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ تمہیں اجازت ہے تم یہاں عبادت کرو۔ تو گویا اس عیسائی وفد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد میں عبادت کی اجازت دی۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کا وہ حسین پہلو ہے جو ہر مذہب کے ساتھ آپس میں محبت اور پیار قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ تمام مذاہب جو دنیا میں آئے وہ سچے مذاہب تھے۔ ان کے بانی سچے تھے۔ وہ جو اپنی تعلیم لے کر آئے وہ اس خدا کی طرف سے تھی جس نے نبی بھیجے۔ اور ہر قوم میں نبی آئے۔ اس لئے ہر اُس مسلمان کا فرض ہے جو حقیقی مسلمان ہے کہ ہر نبی کی عزت کرے اور اس کے ماننے والوں کی عزت کرے۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا کہ دنیا میں پیار اور امن اور محبت کی فضا قائم کرنے کے لئے جو لوگ خدا کو نہیں مانتے بلکہ بتوں کو پوجنے والے ہیں ان کے بتوں کو بھی برا نہ کہو۔ کیونکہ اس سے پھر دنیا میں بدمزگی پیدا ہوگی اور دنیا میں فساد پیدا ہوگا۔ گویا اسلام نے ہر قسم کے جذبات کا خیال رکھنے کی تعلیم دی اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نمونہ اپنے اُسوہ سے دکھایا۔

اسی طرح مَیں MP صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا اور ہمیں احمدیوں کو بھی شہر کا حصہ قرار دیا۔ یقیناً جب احمدی یہاں آئے جنہوں نے اس ملک کی شہریت اختیار کی اب ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس ملک کی بہتری کے لئے کوشش کریں۔ جو سٹوڈنٹ ہیں وہ تعلیم حاصل کرکے ملک کی ترقی کا حصہ بنیں۔ جو تاجر ہیں وہ بھی اپنی تجارت میں انصاف سے کام لیتے ہوئے جہاں کاروبار کو فروغ دیں وہاں ٹیکسوں کی ادائیگی میں بھی انصاف سے کام لیں، سچائی سے کام لیں اور یہ کوشش ہو کہ ہم لوگ جو اس ملک میں آئے ہیں جہاں ہمیں مذہبی آزادی ملی ہے اور ہمیں اس ملک کے لوگوں نے اپنے اندر جذب کیا ہے تو ہم بھی یہ احسان ہمیشہ اتارتے رہیں اور اس کا حق ادا کریں اور وہ اسی طرح ہوسکتا ہے جب اپنے آپ کو اس ملک کا حقیقی باشندہ اور حقیقی حصہ سمجھیں۔

MP صاحب نے یہ بھی کہا کہ آپ کی تمام نیک خواہشات پوری ہوں۔ ہماری خواہشات تو یہی ہیں اور مسجد بنانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانے اور آپس میں محبت اور پیار اور بھائی چارہ سے رہنے والی ہوتا کہ ہم اس دنیا میں رہنے والے امن اور پیار اور محبت کی فضا میں رہیں اور بجائے فسادوں کے، بجائے جھگڑوں کے، بجائے ایک دوسرے کا حق مارنے کے، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے ہوں۔ اور یہی وہ خوبصورت تصور ہے جو ہمیں بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ امن قائم کرنے کے لئے اگر سختی کرنی پڑتی ہے اور کی جاتی ہے لیکن ایک حقیقی مسلمان کا کام یہ ہے کہ اس کے ہر رویّہ سے اپنے ہمسائے کے لئے بھی اور عمومی طور پر بھی محبت اور پیار کے جذبات کا اظہار ہوتا کہ حقیقی امن قائم ہوسکے۔

اسی طرح مَیں لارڈ مئیر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بڑے اچھے نیک جذبات کا اظہار کیا۔ اور ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' ہمارا جو نعرہ ہے اس کے بارہ میں بتایا۔ حقیقت میں اب یہ جماعت کے افراد کا کام ہے کہ مسجد بننے کے بعد لوگوں کی مزید توجہ احمدی مسلمانوں کی طرف ہوگی تو اس نعرے کا پہلے سے بڑھ کر اظہار کریں۔ مذہب کی عزت اور احترام کریں۔ ہر مذہب کے ماننے والے کی عزت اور احترام کریں۔ اسلام یہ کہتا ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہر قوم میں نبی آئے اور صحیح مذہب لے کر آئے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ حکم ہے اور حقیقی مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جب دوسرے مذہب کے بانیوں کا نام لیں تو عزت اور احترام سے لیں۔ اس لئے جب ہم یہودیوں کی بات کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کرتے ہیں تو ہم علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلامتی بھیجے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور نیک بندے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات کرتے ہیں تو ان پر بھی ہم سلامتی بھیجتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے اور دنیا میں پیار اور محبت بکھیرنے آئے تھے۔ گویا کہ ہر مذہب کا ایک حقیقی مسلمان کو احترام کرنا چاہئے اور اس کے بانی کی بھی عزت اور احترام کرنا چاہئے۔ اور یہی وہ خوبصورت تعلیم ہے جو دنیا میں امن پیار اور محبت قائم کرسکتی ہے اور یہی وہ تعلیم ہے جو مسجد میں عبادت کے لئے آنے والوں کو اپنے ہر عمل اور فعل سے ظاہر کرنی چاہئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ یہ نہیں کروگے تو تمہارا مسجد میں آنا بے فائدہ ہے اور جو نماز پڑھنے کے لئے تم آؤ گے اور دوسری طرف حقوق ادا نہیں کر رہے بدامنی دنیا میں پیدا کر رہے ہو تو تمہاری عبادتیں تمہارے منہ پر ماری جائیں گی۔ اور جو آخری قیامت کا دن ہے جو فیصلہ کرنے کا دن ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا سزا کا فیصلہ کرنے کا دن ہے اس میں تمہیں نمازوں کے لئے بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ تم نے بندوں کے حق ادا نہیں کئے۔ اس لئے کہ تم نے ملک میں اور شہر میں بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پس یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جس کو ایک احمدی کو اپنانا چاہئے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مسجد کے بننے پر احمدی اس طرف خاص طور پر توجہ دیں گے اور شہر کے لوگوں کو یہ حقیقی احساس ہوگا کہ یہی وہ حقیقی اسلام کی تعلیم ہے جو دنیا میں پیار اور محبت پیدا کرسکتی ہے۔

لارڈ مئیر صاحبہ نے درخت کی بات کی، پانی کی بات کی کہ یہ ایسا درخت ہو جو آپس میں محبت پیدا کرے اور پھلے اور پھولے اور نشوونماء پائے اور اس شہر کے لئے محبت اور سکون کا بھی باعث بنے لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی بتادوں کہ اس سے چند منٹ پہلے جب ہم یہ پودا لگا رہے تھے پانی ڈال رہے تھے، پریس کے بعض لوگ بھی آئے ہوئے تھے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ integration کس طرح ہوسکتی ہے۔ تم لوگ تو یہ بھی فرق کرتے ہو اور یہ بھی فرق کرتے ہو۔ میں نے اسے کہا کہ جو اسلام کی تعلیم ہے اگر اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کا اکٹھا بیٹھنا یا پردہ کرنا تو وہ ایک خاص موقع اور محل کے لحاظ سے ہیں۔ اس کا integration سے تو کوئی تعلق نہیں۔

حقیقی integration یہ ہے کہ ہم آپس میں محبت اور پیار سے رہیں اور سب مل کر خواہ مرد ہوں یا عورتیں ملک کی اور شہر کی ترقی کے لئے کام کریں۔ میں نے ان کو یہ بھی مثال دی کہ اگر احمدی مسلمان ڈاکٹر ہے تو وہ مرد ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ مرد یا عورت مریض ہو وہ اس کو دیکھتی ہے۔ یہ انسانیت کی خدمت ہے۔ اسی طرح نرسیں ہیں وہ کام کرتی ہیں، مرد اور عورتیں اکٹھے مل کر کام کرتے ہیں کیونکہ یہاں ضرورت ہے۔ لیکن عبادت کے لئے یا فنکشنز کے لئے اگر عورتیں اپنے آپ کو سہولت کے لئے علیحدہ ایک ہال میں بیٹھ کر اپنے فنکشنز کرتی ہیں تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے ہماری ملک سے وفا اور پیار کا اظہار کم نہیں ہوتا۔ ہماری عورتیں بھی اسی طرح ملک سے محبت کرنے والی ہیں جس طرح ہمارے مرد۔ ہماری عورتیں بھی اسی طرح پڑھ لکھ کر ملک کی خدمت کرنے والی ہیں جس طرح مرد۔ بلکہ احمدی مسلمان عورتوں کے بارہ میں مَیں کہوں گا کہ وہ ہمارے لڑکوں سے زیادہ پڑھی لکھی ہیں۔ اور زیادہ تعلیمیافتہ ہوکر ملک اور قوم کی خدمت کر رہی ہیں۔ پس یہ ہے وہ خوبصورت integration جو احمدی مسلمان عورتیں بھی پیش کرتی ہیں۔ باقی بعض جو مذہبی باتیں ہیں ان کے اوپر زیادہ زور نہیں دینا چاہئے کیونکہ اس سے پھر نفرتیں پیدا ہوتی ہیں یا فاصلے بڑھتے ہیں، اگر نفرت نہ بھی ہو یا ایک دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ پس ہر احمدی، چاہے مرد ہے یا عورت ہے وہ ملک کا وفادار ہے اور ملک کی ترقی کے لئے کام کرنے والا ہے اور اس کے لئے ہم کام کرتے ہیں۔

لارڈ مئیر صاحبہ نے جب مجھے پانی ڈالنے کو کہا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ جو پانی ڈالنے کا shower ہے آپ اس کو میرے ساتھ share کریں تا کہ ہم دونوں اکٹھے پانی ڈالیں۔ بڑی حیران ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے پوچھا کہ کیا میں اس shower کے ہینڈل کو تمہارے ساتھ پکڑ سکتی ہوں؟ مَیں نے کہا یقیناً۔ کیونکہ یہی حقیقی integration ہے جو ہم چاہتے ہیں تا کہ دنیا کو پتہ لگے کہ ایک تو میں جو کہ ایک مذہبی جماعت کا سربراہ ہوں اور آپ جو اس شہر کی لارڈ مئیر ہیں، دونوں نے اس شہر کی خوبصورتی کے لئے دنیاوی طور پر بھی اور دینی طرز پر بھی اکٹھے ہوکر اس درخت کو لگانے کی کوشش کی ہے جو پھلے اور پھولے گا اور بڑھے گا تا کہ یہاں پیار اور محبت اور امن کی فضا ہمیشہ قائم رہے اور اس درخت پر اگر پھلدار درخت ہے تو پیار اور محبت کے پھل لگتے رہیں۔ شکریہ۔ جزاک اللہ۔

....

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب سات بجکر 35 منٹ تک جاری رہا۔ بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی۔

اس کے بعد اس تقریب میں شامل ہونے والے تمام مہمانوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معیّت میں کھانا کھایا۔

بعدازاں مہمان باری باری آکر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کرتے رہے، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت مہمانوں سے گفتگو فرماتے۔ تصاویر بھی ساتھ ساتھ بنائی جارہی تھیں۔

اس پروگرام کی تکمیل کے بعد آٹھ بجکر بیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ''بیت السبوح'' فرینکفرٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ قریباً چالیس منٹ کے سفر کے بعد نو بجے بیت السبوح تشریف آوری ہوئی۔

نو بجکر بیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشریف لاکر نماز مغرب و عشاء جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

....

مسجد بیت الصمد کی تقریبِ افتتاح میں شامل مہمانوں کے تأثرات

آج ''مسجد بیت الصمد'' کی افتتاحی تقریب میں 267 مہمان شامل ہوئے۔ جن میں لارڈ میئر، ممبر پارلیمنٹ، چیف منسٹر کے نمائندے کے علاوہ صوبہ Hessen کے مختلف حکومتی اداروں اور سیاسی پارٹیوں کے نمائندے، لوکل اسمبلی کے ممبران، ڈاکٹرز، ٹیچرز، وکلاء، انجینئرز، جرنلسٹس اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مہمان شامل تھے۔ اکثر مہمانوں نے اپنے تأثرت اور دلی جذبات کا اظہار کیا کہ خلیفۃ المسیح کے خطاب نے ان کے دلوں پر گہرا اثر کیا ہے۔ بعض مہمانوں کے تأثرات درج ذیل ہیں۔

☆…Mr. Karl Heinz Funck جو کہ ضلع گیزن کے سربراہ ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ''وہ خلیفہ کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور تقریر میں بیان فرمودہ تمام نکات سے متفق ہیں۔ اور حضور کا طرزِ تخاطب بہت پُرسکون اور متأثر کُن ہے۔ خلیفہ کے خطاب سے مجھے پہلی دفعہ علم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کی خود اجازت دی تھی اور اسلام کی تعلیمات میں ایسی عالی ظرفی سے مَیں بہت متاثر ہوا ہوں۔''

☆…Mrs. Birgit Lesch Konig کہتی ہیں کہ ''میری بیٹی ہالینڈ میں رہتی ہے اور اس کے دل میں میرے کسی اسلامی تقریب میں شامل ہونے کے حوالے سے آج بہت خدشات تھے اور اُس نے مجھے خبردار کیا تھا کہ آپ احتیاط کریں۔ لیکن میں نے کہا کہ عزت مآب امام جماعت احمدیہ کو قریب سے دیکھنے کا یہ واحد موقع ملا ہے جو میں ضائع نہیں کرسکتی اس لئے ضرور جاؤں گی۔ آج میں نے یہاں امن اور سکون ہی پایا ہے۔''

☆…Mrs Ohm Winter جو کہ علاقائی دفتر کی نمائندہ ہیں کہنے لگیں کہ ''میں خواتین والے حصے میں گئی تھی اور ان کا رکھ رکھاؤ اور مذہبی اقدار سے وابستگی مجھے بہت اچھی لگی اور آپ کی خواتین معاشرے کے ساتھ خوب ہم آہنگ ہیں۔ عزت مآب امام جماعت احمدیہ نے عورتوں کے علمی معیار میں بہتری کی بات کی جس سے مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کی جماعت میں مرد و عورت کو یکساں اہمیت دی جاتی ہے۔''

☆… Mr. Turan کہتے ہیں کہ ''امام جماعت احمدیہ سے مل کر ان کی ذات کے تقدس کا میری طبیعت پر گہرا اثر ہے اور میرا گہرا تاثر حضور کو دیکھ کر یہ ہے کہ حضور ہی ایسی شخصیت ہیں جن کو عالم اسلام کا سربراہ ہونا چاہئے۔''

☆…ڈاکٹر موسیٰ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''خلیفہ سے ملاقات کرکے میرے جسم اور روح نے آپ کی شخصیت کی مقدّس تاثیرات کو محسوس کیا اور خلیفہ سے مصافحہ کرکے دل نے محسوس کیا کہ یہ ایک مردِ خدا ہے جس سے میری ملاقات ہوئی ہے۔''

☆…Mr Tobias Erben کہتے ہیں کہ ''تقریب کے پُرامن ماحول اور بہترین میزبانی کے ساتھ اچھے انتظامات مجھے بہت اچھے لگے اور امام جماعت احمدیہ کے خطاب کا ایک ایک لفظ دل پر اثر کرنے والا تھا اور روائتی لیڈروں کی طرح لکھی لکھائی عبارت نہیں پڑھ دی بلکہ دیگر مقررین کی باتوں کا تجزیہ ساتھ ساتھ پیش کیا اور آپ کا خطاب ہمہ جہت باتوں پر محیط تھا جس میں اسلام کے پیغام امن اور سلامتی نے دل پر گہرا اثر کیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں جماعت احمدیہ کا تعارف بہتر ہوا کیونکہ مسجد برلب سڑک آگئی ہے اور لوگ اس وجہ سے زیادہ متعارف ہوں گے۔ میں نے بھی اپنے کیلنڈر میں 3/اکتوبر کے دن پر نشان لگایا ہوا ہے تاکہ میں مسجد میں منعقدہ تقریب میں ضرور شامل ہوں۔ اور میری کوشش ہوگی کہ آپ کے نوجوانوں کی کھیل اور تفریح کی تقریبات کے لئے جگہ کی فراہمی کے لئے ہر ممکن مدد کروں۔''

☆…Mr. Rene جو بیس سالہ نوجوان ہیں اور جماعت سے متعارف ہیں ان کا کہنا تھا کہ ''آپ کی تقریب میں ہمیشہ کی طرح امن اور بھائی چارے کی فضا تھی جس میں امام جماعت احمدیہ کا دلکش خطاب ایسی چیز تھا کہ جس کا اثر میرے دل پر ہے۔''

☆… ڈاکٹر فرینک فن ڈیرویلڈن جو لمبرگ شہر میں بین المذاہب علوم کے طلباء کے سربراہ ہیں وہ شامل ہوئے تھے۔ تقریب کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''عزت مآب امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے موضوع پر مکمل گرفت رکھتے ہیں اور سامعین تک مذہب اور اس کی اس زمانے میں اہمیت کو اجاگر کرکے دکھاتے ہیں اور دیگر مقررین کے مؤقف کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متوازن تجزیہ پیش فرماتے ہیں۔ اور ہم نے محسوس کیا کہ ہر فردِ جماعت کا خلیفہ کی ذات سے ایک گہرا اور قلبی تعلق ہے جس کو فاصلے کے باوجود ہم محسوس کرسکتے ہیں۔''

☆…گیزن شہر کی ایک لیڈی Dr. Mrs Fink کہتی ہیں کہ ''اس تقریب کے انتہائی منظم طور پر منعقد کرنے پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں کو ایک جگہ ایسی پُرامن اور پُروقار تقریب میں دیکھ کر مجھے بہت خوشگوار حیرت ہوئی۔ اور میں امام جماعت احمدیہ کی مقدس شخصیت سے بہت متاثر ہوئی۔ میں نے اُن کو ایک پُرسکون اور پُرتاثیر شخصیت پایا۔ اور ان کے وجود سے تمام تقریب ایک پُرسکون مجلس محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے آئندہ بھی آپ کی کسی تقریب میں شامل ہونے کا اشتیاق رہے گا۔''

☆…Mrs. Kastelia نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ کے خلیفہ کی ذات میں محبت اور ہمدردی بنی نوع انسان کو دیکھ کر مجھے لگا کہ ایسے وجود ہی اپنا پیغام بہترین رنگ میں پہنچا سکتے ہیں اور اُن کی تقریر میں محبت کی تاثیر تھی۔ آپ کی گفتگو سے مجھے یہ حیران کُن بات بھی پتہ چلی کہ اسلام اور قرآن سائنس سے متضاد نہیں ہیں بلکہ مطابقت رکھتے ہیں۔ اور تخلیق کائنات یا بگ بینگ جیسے موضوعات پر بھی مذہب بات کرتا ہے۔''

☆…Vater Helmut Schutt صاحب نے بیان کیا کہ ''آپ کی جماعت اس زمانے میں ایک انتہائی منظم جماعت ہے اور میں ایسے حسن انتظام پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ تقدس مآب امام جماعت احمدیہ نے ایک دل پر اثر کرنے والی ایسی تقریر کی جو روائتی تقاریر اور بیانات سے ہٹ کر دل سے نکلنے والی فی البدیہہ گفتگو تھی جو دیگر حاضرین کے خیالات کو بھی خود میں سموئے ہوئے تھی۔ اُن کی اس بات پر میں کلی اتفاق کرتا ہوں کہ لوگوں کے درمیان امن اس بات سے مشروط ہے کہ مذاہب کے سربراہان ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں اور باہمی عزت و احترام کے ذریعے بدامنی اور معاشرے میں سے نفرت کا قلع قمع کریں۔''

☆…گیزن کے ڈائریکٹر سکولز کا کہنا تھا کہ ''میں تقریب سے پہلے ایسا ہی سوچتا تھا کہ یورپ میں پچھلی تین صدیوں سے روحانیت زوال پذیر ہے اور امام جماعت احمدیہ کی گفتگو سے میرے خیالات پوری طرح متفق ہیں۔ آپ کے تجزیے کی میرا دل بھی گواہی دیتا ہے۔''

☆…ایک نوبیاہتا جوڑا جس کی تقریباً ایک ہفتہ قبل شادی ہوئی مسجد کی افتتاحی تقریب میں شامل ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ خلیفہ نے جو نبی کریم ﷺ کا مسجد نبوی میں عیسائیوں کے ساتھ سلوک بیان کیا تھا وہ بہت دلچسپ تھا۔ اسی طرح خلیفہ کا شہر کی میئر کے ساتھ مل کر پودا لگانے سے ہم بہت متأثر ہوئے۔ افراد جماعت کا کھلے دل کا اظہار ہمیں بہت اچھا لگا۔ اسی طرح integration کے متعلق جو خلیفہ نے بتایا بالکل درست ہے۔ مردوں اور عورتوں کے مختلف کام ہوتے ہیں اور ہر کام وہ اکٹھے نہیں کرتے ان کے بیوت الخلاء بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ خلیفہ ایک معزز ہستی ہیں جو افراد جماعت اور دوسرے لوگوں کے بہت قریب ہیں۔ ہم آج کے پروگرام سے بہت ہی خوش ہیں۔

☆…ایک جرمن دوست جو ایک فاؤنڈیشن کے سربراہ ہیں یہ فاؤنڈیشن ایسے بچوں اور نوجوانوں کی مدد کرتی ہے جو غریب گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ آج کل ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ ایسی قوتیں اور افراد ہیں جو معاشرے کو تقسیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ماحول میں خلیفہ جیسی آوازوں کی بہت اہمیت ہے کیونکہ وہ معاشرے کی ہم آہنگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ میں اس بات سے بہت متاثر ہوا ہوں کہ اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنے اور جوڑنے کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ خلیفہ نے واضح کیا۔

☆…Mr. Wolfgang Menner صاحب جو Main-Taunus کے کاؤنسل کے ممبر ہیں اور ان کا پہلے سے رابطہ Flörsheim کے احمدی احباب سے ہے۔ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''مجھے خلیفہ بہت ہی پسند آئے ہیں اور ان کے الفاظ میرے دل تک پہنچے ہیں اور ان الفاظ نے میرے دل کو خوش کردیا ہے۔ جو پیغام خلیفہ نے ہم سب تک آج پہنچایا ہے اس پیغام کو لئے ہوئے میں بہت ہی خوشی میں گھر واپس لوٹوں گا۔'' نیز انہوں نے بیان کیا کہ ''اسلام ویسے تو تمام دیگر مذاہب کی طرح ایک مذہب ہے لیکن جماعت احمدیہ کو امتیاز حاصل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ امتیاز انہیں اس لئے حاصل ہے کیونکہ ان کا ایک خلیفہ ہے۔ یہ خلیفہ پھر دنیا بھر کے احمدیوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرتا ہے اور انہیں ایک نیک راہ پر چلاتا ہے۔ اور میرے خیال میں دیگر جماعتوں اور مذاہب سے یہی بنیادی فرق ہے۔''

☆…ایک سٹوڈنٹ جو کہ ٹیچر بن رہی ہیں نے اپنے تأثرات بیان کرتے ہوئے کہا ''آج خلیفۃ المسیح نے یہ واضح کیا کہ سب کے لئے ضروری ہے کہ امن و پیار سے اکٹھے رہیں، تب ہی معاشرہ میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ خلیفہ نے جو یہ کہا کہ اسلام بالکل بھی خطرناک مذہب نہیں ہے۔ یہ بالکل صحیح کہا ہے۔'' پھر خلیفہ نے integration کے بارہ میں جو کہا ہے کہ integration کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس ملک میں رہتے ہیں اس کی خدمت کی جائے، اس میں امن سے رہا جائے اور اس کا مفید شہری بنا جائے۔ یہ بالکل صحیح کہا ہے۔

☆…ایک جرمن خاتون نے بتایا کہ ''خلیفہ کے خطاب سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ حالانکہ پہلے سے میں نے کافی معلومات اسلام کے بارہ میں اکٹھی کرلی ہوئی تھیں لیکن آج میرے سارے سوالات کا جواب مجھے مل گیا۔''

☆…ایک اور جرمن خاتون نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''مجھے یہ پروگرام بہت ہی اچھا لگا۔ آپ open minded ہیں اسلام کی اصل تعلیم اس کے بالکل خلاف ہے جو آج کل مشہور کیا جاتا ہے۔ خلیفہ نے اس مخالفانہ پراپیگنڈا کے بالکل برعکس امن کی تعلیم دکھائی۔''

☆…ایک 16 سالہ نوجوان نے اپنے جذبات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''مجھے یہ پہلے بھی معلوم تو تھا کہ اسلام کچھ خطرناک چیز تو نہیں ہوگی بلکہ کئی لوگ اسلام کو غلط طور پر استعمال کررہے ہیں۔ آج کے اس پروگرام نے ایک بار پھر دکھایا کہ اسلام ایک امن اور پیار والا مذہب ہے۔ یہ بات خاص طور پر خلیفہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔''

☆…ایک جرمن دوست نے جو جرمنی کی employement agency کے spokesman ہیں کہا کہ ''میں دعوت کا بہت مشکور ہوں اور نہایت خوش ہوں کہ میں اس پروگرام میں شامل ہو سکا۔ اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ میں خلیفہ کو دیکھ سکا۔ میں ذاتی طور پر تو نہیں مل سکا، لیکن جس طرح سے بھی انہیں دیکھا اس بات نے ہی مجھے بہت خوش کردیا۔''

☆…ایک ڈاکٹر نے جن کا نام Gerhard Müller ہے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''یہاں آکر مجھے ایک خاص محبت کی روح محسوس ہوئی۔ ایک بات جو ہم خلیفہ سے سیکھ سکتے ہیں یہ بھی ہے کہ integration کس طرح سے ہوسکتی ہے۔ وہ واقعہ کہ جب عیسائی احباب کو مسجد میں ان کی عبادت کرنے کا موقع دیا گیا جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تھا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جسے میں یاد رکھوں گا کہ ہم ہر جگہ پر عبادت بجا لاسکتے ہیں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ عیسائی چرچ بھی اس طرح open minded ہوں۔ خاص طور پر مسلمانوں کے لئے بھی کہ انہیں بھی چرچ میں عبادت کرنے کا موقع دیا جائے۔''

(باقی آئندہ)

قائم شدہ 1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

میاں حنیف احمد کامران

ربوہ 0092 47 6212515

28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ

0044 203 609 4712

0044 740 592 9636

Morden Motor(UK)

Specialists in Electrical & Mechanical

Repairs & Diagnostics, Servicing, Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box, Breaks, MOT Failure work, A-C

All Makes & Models

Rear 22-26 Morden Hall Road, Unit 2 Morden SM4 5JF

Contact: Nusrat Rai@ 07809119621

E: mordenmotor@yahoo.com

جلسہ سالانہ برطانیہ 2017ء کا کامیاب و بابرکت انعقاد

جلسہ سالانہ برطانیہ 2017ء خدا تعالیٰ کے فضل سے 28، 29، 30 جولائی کو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس بارہ میں قبل ازیں الفضل انٹرنیشنل کے 11 اور 18 اگست 2017ء کے شمارہ میں بعض تفصیلات شائع ہوچکی ہیں۔ اس سلسلہ میں نظامت رپورٹنگ جلسہ سالانہ کی طرف سے موصولہ تفصیلی رپورٹ سے بعض مزید امور اختصار کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

....

افتتاحی اجلاس

حضور انور کے کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد جلسہ سالانہ کے افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو مکرم فیروز عالم صاحب مبلغ سلسلہ (انچارج بنگلہ ڈیسک لندن) نے کی۔ اس کے بعد مکرم سیّد عاشق حسین صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فارسی منظوم کلام ''شان احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم'' سے بعض منتخب اشعار پڑھے اور ان کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا۔

اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اردو منظوم کلام ''زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں'' میں سے مکرم مصور احمد صاحب نے بعض منتخب اشعار پڑھے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہماری اصلاح کے لئے جو انتظام فرمایا اس میں ایک جلسہ سالانہ کا انتظام بھی ہے تا کہ ہم اپنی علمی، اعتقادی اور عملی بہتری اور ترقی کے سامان کرسکیں۔ اس وقت مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف وقتوں میں کہے گئے بعض ارشادات پیش کروں گا جو آپ نے اپنے ماننے والوں کی اصلاح اور بہتری اور ان کے معیارِ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور ان کی عملی حالتوں کو بہتر کرنے کے لئے ارشاد فرمائے۔

چنانچہ حضور انور نے خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت، بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق کی نگہداشت اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کرنے، نماز، توبہ و استغفار اور اعلیٰ اخلاق کے حصول اور تقویٰ اختیار کرنے اور دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ دینے اور افراد جماعت میں باہمی اخوت و ہمدردی کو اختیار کرنے اور اپنے اندر عملی پاک تبدیلیاں کرنے سے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اہم تاکیدی نصائح فرمائیں۔

خطاب کے اختتام پر دعا دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہماری عملی حالتوں کو ویسا بنائے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ ہم اسلام کی تعلیم کا حقیقی نمونہ بننے والے ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دینے والے اور ان کی ادائیگی کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کو تلاش کرکے اس کے مطابق عمل کرنے والے ہوں اور جلسہ کے ان دنوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک پاک تبدیلی پیدا کرکے اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ کے ایام میں خاص طور پر دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ جلسہ کے ان دنوں میں خاص طور پر جلسہ کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے بہت دعائیں کریں۔ ان مجبوروں کے لئے بھی دعائیں کریں جو اپنے ملکوں میں سختیوں کی وجہ سے کھل کر اپنے ایمان کا اظہار نہیں کرسکتے، اپنے جلسے منعقد نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کے لئے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔ دنیا جس تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا اس کے اس تباہی سے بچنے کے لئے بھی دعا کریں تا کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانے اور اپنے آپ کو تباہی سے بچالے۔

اس کے بعد حضورِ انور نے افتتاحی دعا کروائی اور اس کے ساتھ افتتاحی اجلاس کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

(اس خطاب کا مکمل متن الفضل انٹرنیشنل کی آئندہ کسی اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

....

خطاب کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ میں تشریف لے گئے جہاں مختلف ممالک سے جلسہ پر آنے والے وفود نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔

....

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن

ہفتہ 29/جولائی 2017ء

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح چار بجکر 30 منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لاکر نمازِ فجر پڑھائی۔ نمازِ فجر کے بعد درس ہوا۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس

جلسہ سالانہ کے دوسرے اجلاس کا آغاز حسب پروگرام صبح 10 بجے ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت کی سعادت محترم الحاج محمد علی کائرے صاحب امیر جماعت احمدیہ یوگنڈا کو حاصل ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم (مع اردو ترجمہ) پیش کرنے کی سعادت مکرم حافظ ظہور احمد مدثر صاحب (ربوہ) نے حاصل کی۔ مکرم طاہر احمد خالد صاحب (لندن) نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ منظوم کلام ''وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پر مشتمل بعض اشعار ترنّم کے ساتھ پڑھے۔

دوسرے روز صبح کے اس اجلاس کی پہلی تقریر اردو زبان میں مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی (وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان) کی تھی۔ آپ کی تقریر کا عنوان ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی'' تھا۔ (اس تقریر کا مکمل متن الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 8 ستمبر 2017ء میں شائع ہوچکا ہے۔)

....

اس اجلاس کی دوسری تقریر انگریزی زبان میں محترم ڈاکٹر زاہد احمد خان صاحب (صدر قضاء بورڈ یوکے) نے کی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی انقلابی تاثیرات''۔ اس تقریر کا اردو مفہوم خلاصۃً ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

مقرر موصوف نے کہا کہ ''حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی انقلابی تاثیرات'' کا موضوع ایک ایسا موضوع ہے جو پچھلے 137 سالوں پر محیط ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمان لوگ کس طرح دینِ اسلام سے دُور ہٹ چکے ہوں گے اور یہ کہ اسلام کے متعلق اُن کا فہم و ادراک نہایت کم ہوگا اور اُن کے اعمال اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دُور ہوں گے۔ لیکن آنحضور ﷺ نے یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ جب دنیا میں یہ زمانہ آئے گا تو خدا تعالیٰ اسلام کو ضائع نہیں ہونے دے گا بلکہ وہ اُس مجدد کو بھیجے گا جو دنیا میں اسلام کا حقیقی چہرہ ظاہر فرمائے گا۔ آپ نے بتایا کہ آنحضور ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کے متعلق فرمایا تھا کہ ''یُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ احد'' وہ (مسیح) مال تقسیم کرے گا لیکن اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ ازالہ اوہام میں اِس حدیث کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''علم اور حکمت کی مانند کوئی مال نہیں۔ یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیشگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر اُس مال کو اِس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے... مومن کا مال درہم و دینار نہیں بلکہ جواہر حقائق و معارف اُس کا مال ہیں۔ یہی مال انبیاء خدائے تعالیٰ کی طرف سے پاتے ہیں اور اِسی کو تقسیم کرتے ہیں۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 455)

آپ نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے 91 سے زائد کتب تحریر فرمائیں، اِس کے علاوہ متعدد اشتہارات، خطوط، ملفوظات، خوابیں، کشوف اور وحی و الہام بھی شائع کئے گئے۔ آپ کی زندگی اِس خدمت میں اِس قدر وقف تھی کہ وصال سے ایک دن قبل آپ نے اپنی تصنیف 'پیغامِ صلح' مکمل کی تھی۔

مقرر موصوف نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک ایسا شخص جس نے باقاعدہ طور پر سکول میں کوئی تعلیم نہیں حاصل کی تھی، ہندوستان کے ایک غریب گاؤں میں رہتے تھے جہاں زیادہ باہمی روابط کے ذرائع نہیں تھے، یعنی کہ نہ کوئی بجلی یا computers تھے، نہ آج کی طرح کوئی search engines یا google وغیرہ کی سہولت میسر تھی لیکن اِس کے باوجود انہوں نے معرکۃ الآراء کتب تصنیف فرمائیں جن کا قارئین پر نہایت ہی گہرا اثر ہوا۔ جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اِس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی استعدادیں اپنی طرف ہرگز منسوب نہیں کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

حضرت مسیح موعودؑ خود اِس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز کا نام سلطانُ القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِ علی فرمایا۔'' (تذکرہ، صفحہ 333)

اور پھر اپنی کتاب نزول المسیح میں مزید فرماتے ہیں:

''مَیں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشا پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اُردو یا فارسی دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے:

(1) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں اور اُس تحریر میں مجھے کوئی مشقّت اٹھانی نہیں پڑتی۔

(2) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلۂ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اُس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔''

پھر آپؑ مزید فرماتے ہیں: ''ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔... یہ تو زبان عربی کے متعلق بیان ہے مگر اِس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ اُن کا لکھا گیا ہے اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادتُ اللہ میرے ساتھ ہے۔''

مقرر موصوف نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا قلم یقیناً ذوالفقارِ علی تھا اور جس ہاتھ نے اُس قلم کی راہنمائی کی، وہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ تھا۔ جو روحانی خزانہ حضرت مسیح موعودؑ چھوڑ کر گئے ہیں، اُس نے ہمیشہ قارئین پر ایک غیر معمولی اثر کیا اور آج بھی ہوتا ہے۔

1880ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ دو حصوں میں شائع ہوئی اور بہت جلد ہی وہ لوگوں میں تقسیم بھی ہوئی اور لوگوں نے نہایت ہی اعلیٰ اور عمدہ انداز میں اِس کتاب اور مصنف کو خراج تحسین پیش کیا۔

لدھیانہ کے ایک بزرگ صوفی حضرت صوفی احمد جان صاحب نے لکھا: ''یہ کتاب اسلام، آنحضور ﷺ اور قرآن کریم کی سچائی ثابت کرتی ہے۔'' پھر یہ بزرگ صوفی مزید لکھتے ہیں: ایسے وقت میں براہین احمدیہ جیسی کتاب کی اشد ضرورت تھی اور ہمارے معزز امام یعنی مرزا غلام احمد جیسے مجدد کی ضرورت تھی جو مخالفین کے سامنے اسلام کے تمام دعووں کو تسلی بخش طور پر ثابت کرنے کے لئے تیار ہو۔

مولوی محمد شریف صاحب نے جو کہ بنگلور (انڈیا) کے ایک ایڈیٹر تھے اپنے اخبار میں اِس عنوان سے اس کتاب پر ریویو شائع کیا کہ ''جاء الحق وزھق الباطل'' یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے لکھے جانے کا بڑی مدت سے انتظار کیا گیا ہے۔ اِس کتاب کے مصنف بہترین اشخاص میں سے ہیں، کامیاب عالم فاضل ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے باعثِ فخر ہیں اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔

پھر اہل حدیث کے فرقہ سے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا کہ ''ہماری نظر میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔''

مقرر موصوف نے کہا کہ: یہ تو صرف آغاز تھا، اِس کے بعد 28 سال کے عرصہ میں اَور بھی کتب لکھی گئیں۔ ہر قوم سے لوگوں نے ان کو سراہا اور ان تحریرات کے نتیجہ میں ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔ لوگ مختلف چیزوں کو

درست طور پر سمجھنے اور قبول کرنے لگے۔ یہ انقلاب بڑی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور آج ایک صدی کے بعد بھی یہ انقلاب بڑی شان و شوکت کے ساتھ دنیا پر اثر ڈال رہا ہے۔

1908ء میں جب تمام تصنیفات مکمل ہو گئیں۔ تو کئی غیر معمولی علماء اور معروف ادیب جو اپنے ادبی کام میں ایک خاص مقام اور شہرت رکھتے تھے، انہیں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی معرکۃ الآراء تصنیفات کی عظمت اور عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ معروف مسلمان علماء مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد، مرزا حیرت دہلوی، خواجہ حسن نظامی وغیرہ نے حضورؑ کی تحریرات کی کھل کر تعریف کی اور انہیں سراہا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اثر و رسوخ کا دائرہ صرف برصغیر تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ پوری دنیا تک پھیل گیا تھا کیونکہ اُن کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم اور تعریفیں دنیا میں پھیل گئی تھیں۔

روس کے معروف ادیب Leo Tolstoy نے 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر کہا کہ اس میں گناہوں سے نجات پانا اور آخرت کو پانے کا جو طریقہ بیان فرمایا گیا ہے بہت اعلیٰ ہے۔ سب باتیں اور نظریات بہت عمدہ اور سچ پر مبنی معلوم ہوتی ہیں۔

پھر دنیا کے دوسرے کونے سے The North American Spiritual Journal نے اِس کتاب کو Pure Gospel یعنی پاک اور حقیقی انجیل قرار دیا۔

انگلستان سے Church Family Journal کے مدیروں نے Church of England کے تحت تنبیہ کے طور پر یہ بیان شائع کیا کہ "ہمیں مرزا غلام احمد کی جماعت میں سے کسی بھی مواد کا جواب لکھنے اور اُس کی تردید کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ پھر عیسائیت کے خلاف اِس قدر literature یا مواد تیار کر کے مدوّن کریں گے کہ اُس سے Bible کی تعلیم کی مکمل طور پر تردید ہو گی۔

یہ اثر افغانستان تک بھی پہنچا، ایک نہایت ہی دانشور بزرگ اور ایک معروف مذہبی عالم جن کے مقلدین افغانستان میں بہت تھے اور جو ایک معروف بزرگ داتا گنج بخش صاحب کی نسل سے تھے، انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف 'آئینہ کمالات اسلام' دی گئی۔ اِس کتاب کا بڑا انقلابی اثر ہوا اور وہ حضرت مسیح موعودؑ سے رابطہ میں بھی رہے جنہوں نے انہیں اپنی مزید تصنیفات بھیجیں۔ یہ وجود حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ تھے۔ یہ تحریرات ان میں اس قدر روحانی انقلاب لے آئیں کہ یہ بات جاننے کے باوجود کہ انہیں شاید اپنی جان بھی دینی پڑے، انہیں پختہ یقین ہو گیا کہ زمانہ کے امام کو ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔

مستجاب الدعوات بزرگ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ بیان کرتے ہیں: "موضع گولیکی میں ایک اپنے استاد مولانا امام الدین صاحب کے ساتھ مثنوی مولانا روم پڑھ رہا تھا۔ فارسی میں مثنوی کی بہت عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد پولیس کا ایک سپاہی اپنی نماز پڑھنے آیا۔ مولوی صاحب نے جب اُس کے صافہ میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کے لئے اُسے لینا چاہا مگر اُس سپاہی نے آپ کو روک دیا۔ مولوی صاحبؒ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے وہ میرا پیشوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم لوگ اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو برا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی۔ لیکن اِس بات کے یقین دلانے پر کہ وہ ایسا نہیں کریں گے، پولیس کے سپاہی وہ کتاب دینے کے لئے مان گئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اُس کتاب کو چند دن بعد اپنی واپسی پر واپس لے لیں گے۔ چنانچہ مولوی امام الدین صاحب وہ کتاب اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ حضرت راجیکی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس سے اگلے دن جب میں گھر گیا تو کتاب بیٹھک میں پڑی دیکھی اور میں نے اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ کتاب آئینہ کمالات اسلام تھی، اُس میں نظمیں تھیں جو میں نے شروع سے آخر تک پڑھنی شروع کر دیں۔ پڑھتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ مجھے مولوی صاحب کے واپس لوٹنے کا انتظار نہیں ہو رہا تھا کہ وہ آئیں اور میں اُن سے اِس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں اور یہ پتہ لگواؤں کہ یہ کس زمانہ میں تشریف لائے تھے۔ جب مولوی امام الدین صاحب آئے، انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمدؑ ہیں جنہوں نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب کہتے ہیں کہ سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے اُن کے متعلق نکلا یہ تھا کہ دنیا بھر میں اُس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ ﷺ کا عاشق نہیں ہو گا۔ اُن ارشادات عالیہ کو مزید پڑھ کر مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی پر یقین ہو گیا تھا اور میں نے 1897ء میں بیعت کر لی۔

1872ء میں ہزاروں میل دور امریکہ میں Alexander Russel Webb نے حضرت مسیح موعودؑ سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور آپ سے رابطہ میں رہے۔ حضور کی تصنیفات کے ذریعہ سے انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کا یقین ہو گیا اور انہوں نے آپؑ کو مان لیا۔

مقرر موصوف نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کا اثر صرف ایک خاص زمانہ سے یا کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کے لیے محدود نہ تھا بلکہ اُس کا اثر ہر جگہ پھیلا، یہاں تک کہ اُن لوگوں پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا جو لادین ہو چکے تھے۔

مقرر موصوف نے کھاریاں سے میاں محمد دین صاحب کا بیان کردہ واقعہ بھی بیان کیا جو آریوں کے زیر اثر دہریہ خیالات رکھتے تھے کہ کس طرح سردیوں کی ایک رات براہین احمدیہ میں ہستی باری تعالیٰ کا مضمون پڑھتے ہوئے ان میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا ہوئی کہ اس وقت اٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ کہتے ہیں کہ نماز براہین نے پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ایمان جو ثریا سے شاید اوپر ہی گیا ہوا تھا اتار کر میرے دل میں داخل کیا۔ جس رات میں نے براہین پڑھی میں بحالت کفر داخل ہوا تھا اُس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

مقرر موصوف نے کہا کہ کتاب 'اسلامی اصول کی فلاسفی' لاہور میں منعقد کی جانے والے جلسہ مذاہب عالم کے لیے لکھی گئی تھی اور 1896ء میں اِس کے پڑھے جانے کے بعد اسے بہت سراہا گیا تھا اور آج تک اس کتاب کے مثبت اثرات سے دنیا مستفیض ہو رہی ہے۔

مقرر موصوف نے کہا: حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مسیح موعود ہی نہیں بلکہ امام مہدی بھی تھے۔ اس لیے چاہے جہاد کا تصور ہو یا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب سے بچنے اور وفات کی بات، قتلِ مرتد کا عقیدہ ہو یا ختم نبوّت کی حقیقی تشریح، آج مسلمان آپ کی تعلیمات کو سمجھ کر اپنے عقائد کو درست کر رہے ہیں۔

عرب دنیا میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ مقرر موصوف نے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات جمعہ میں سے کچھ واقعات پیش کئے:

فلسطین سے ایک خاتون نے لکھا کہ مسیح موعودؑ کی کتب میں مجھے بے مثل اور انمول موتی ملے۔ ایسے معارف کا مطالعہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا۔ ایسی بلاغت اور اعجاز سے بھرپور عربی کلام جس میں علم و معرفت کے ہیرے رکھ دیئے گئے ہوں میرے لئے بالکل نیا تھا۔

الجزائر سے حجاز صاحب کہتے ہیں کہ "میں مسخ شدہ اسلامی تعلیمات اور قرآن کریم کی غلط تفاسیر سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ علماء کی تشریحات سن کر سوچتا تھا کہ کیا یہ خدا کا کلام ہو سکتا ہے؟ یہاں تک کہ اُردن کے احمدی دوست کے ذریعہ احمدیت اور بانی سلسلہ کی تحریرات سے آگاہی ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھنے سے قبل نوافل پڑھ کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ راہِ راست کی طرف رہنمائی فرمائے۔ جیسے جیسے پڑھتا گیا سینہ کھلتا گیا اور اُس کلام کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔

مراکش سے خالد صاحب کہتے ہیں کہ احمدیت سے تعارف کے بعد سب سے پہلی کتاب جو میں نے پڑھی وہ اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ تھا جسے میں نے کئی مرتبہ پڑھا۔ اُس کتاب میں عدل و احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کا مضمون پڑھ کر میری روح بھی وجد کرنے لگی۔ اُس کے بعد میں نے التبلیغ پڑھی اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا۔ اُن کتب نے روحانی دقائق اور دینی معارف کے ایسے دریا بہائے کہ اکثر میری زبان پر یہ فقرہ آتا تھا کہ مجھے خزانہ مل گیا ہے۔"

جرمنی سے محمد بن احمد صاحب کہتے ہیں کہ "یقین کریں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھتے وقت حقائق و معارف اور حضور کی روز روشن کی طرح واضح صداقت کو پڑھ کر رو رہا ہوتا تھا۔ ہر لفظ میری روح میں اترتا جاتا تھا۔ یہ متاع ایمان ایسی دولت ہے جس کا بیان کرنا ممکن نہیں۔"

دمشق سے رضوان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی تمام عربی کتب پڑھ لیں اور بہت فائدہ اٹھایا۔ آپؑ کے کلام نے مجھ پر جادو کا سا اثر کیا۔

مراکش سے عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ شروع کیا تو احساس ہوا کہ یہ میرے زخموں کا مرہم اور میری روح کا علاج ہیں۔

مقرر موصوف نے بہت سے عربوں کے نہایت ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف کتب کی حیرت انگیز تاثیرات کے بیان پر مشتمل تھیں۔

مقرر موصوف نے کہا کہ آج کل کی دنیا میں MTA وہ ذریعہ بنا ہوا ہے جس سے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات پھیلائی جا رہی ہیں۔ بہت سے لوگ بتاتے ہیں کہ عربی قصیدہ کے الفاظ نے اُن کی زندگیوں میں کس طرح ایک انقلاب برپا کیا۔

مقرر موصوف نے کہا کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس یہ خزانہ موجود ہے اور ہمارے پاس ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں جو ہمیشہ وقت اور ضرورت کے مطابق اُن تحریرات کے معارف کھول کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں۔

مقرر موصوف نے اپنے والد کے قبولِ احمدیت کا ایمان افروز واقعہ بھی بیان کیا کہ کس طرح ایک سفر کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض کتب کے مطالعہ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کا دل قبولِ حق کے لئے کشادہ فرما دیا۔

مقرر موصوف نے تقریر کا اختتام حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس ارشاد پر کیا: "میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اِس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے۔"

اس تقریر کے بعد محترم محمد اسحاق صاحب یوکے نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظوم کلام 'احمدی اٹھ کہ وقتِ خدمت ہے، یاد کرتا ہے تجھ کو ربِّ عبادؑ' میں سے بعض منتخب اشعار مترنم پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

اس اجلاس کی تیسری تقریر اردو زبان میں مکرم فرید احمد نوید صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا) نے "ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج" کے موضوع پر کی۔ اس تقریر کا مکمل متن الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ 25؍اگست 2017ء میں شائع ہو چکا ہے۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز صبح کے اجلاس کی کارروائی کا اختتام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ گاہ مستورات میں مستورات سے خطاب پر ہوا۔

(باقی آئندہ)

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ 2017ء

خلافت کا بابرکت انعام اور ہمارا فرض

سالک احمد۔صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔(النور:56)

ترجمہ:۔تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

قرآن کریم کی اس مُبشّر آیت کے مطابق خلافت کے ساتھ جو بڑی بڑی نعمتیں مومنین کی جماعت کو عطا ہوتی ہیں ان میں تمکنت دین، خوف کا امن میں بدلنا، ساری دنیا میں توحید کی اشاعت اور اُمّت واحدہ کا قیام سب سے نمایاں ہیں۔

خاکسار کی معروضات خلافت احمدیہ کے اسی بابرکت انعام کے ذکرِ خیر اور اس حوالہ سے ہمارے فرائض سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ خلافت حقّہ بھی ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے آج ساری دنیا میں صرف جماعت احمدیہ کو ہی اس عظیم نعمت کا حامل بنایا ہے۔ اس پر ہم جس قدر شکر ادا کریں اتنا ہی کم ہے۔

آنحضرت ﷺ نے خلافت کو نہایت عظیم نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ۔ (کنز العمال حرف الفاء کتاب الفضائل من قسم الأفعال حدیث 32246) کہ ہر نبوت کے بعد خلافت ضرور ہوتی ہے۔یعنی خلافت کے زمانہ کو نُبوَّت کے زمانہ کا تسلسل قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دَور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر بری بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کردے گا۔اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔(مسند احمد بن حنبل مسند الکوفیین حدیث النعمان بن بشیر حدیث 18406)

اس حدیث میں زمانہ نبوت کے بعد بہترین زمانہ خلافت کے زمانہ کو قرار دیا گیا ہے۔اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خلافت کا زمانہ کتنا عظیم ہے۔ 1400 سال بعد جماعت احمدیہ وہ خوش نصیب جماعت ہے جسے اس نعمت سے فیضیاب ہونے کا موقع میسر آیا ہے۔ پچھلی کئی دہائیوں میں کتنی ہی ایسی تنظیمیں اور ادارے قائم ہوئے جنہوں نے خلافت علی منہاج نبوت کے قیام کی کوششیں کیں۔عرب، ایشیاء، افریقہ اور یورپ غَرضیکہ کرّہ ارض پر ایسی مختلف تحریکیں ابھرتی رہیں جنہوں نے خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام کی کوششیں کیں اور کر رہی ہیں۔ چنانچہ ’زمانے کی ضرورت خلافت ہے‘ اس کا تذکرہ آپ آئے دن اخباروں اور میڈیا پر سنتے ہوں گے۔ لیکن ایسے تمام لوگوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، نبوت کے بعد ہوتی ہے اس لئے اس زمانہ میں صرف جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کی نعمت عطا ہوئی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلافت کی نعمت کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اَشرف واَولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے“۔(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353–354)

مزید فرمایا: ”جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا ازسرِنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔“(الحکم 14 اپریل۔ 1908ء ملفوظات جلد 10 صفحہ 229)

ایک اور موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہم کب کہتے ہیں کہ مجدّد اور محدَّث دنیا میں آکر دین میں سے کچھ کم کرتے ہیں یا زیادہ کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارا تو یہ قول ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد جب پاک تعلیم پر خیالات فاسدہ کا ایک غبار پڑ جاتا ہے اور حق خالص کا چہرہ چھپ جاتا ہے۔تب اس خوبصورت چہرے کو دکھلانے کے لئے مجدد اور محدث اور روحانی خلیفے آتے ہیں۔۔۔ مجددوں اور روحانی خلیفوں کی اس امّت میں ایسے ہی طور سے ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیاء کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔“

(شہادت القرآن۔روحانی خزائن جلد ششم۔صفحہ 339–340)

خلافت حقّہ اسلامیہ کی صورت میں ہمیں جو نعمت میسر ہے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کو مخاطب کرتے ہوئے الہاماً فرمایا ”مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت! تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں۔“

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 50)

پس ہم وہ مبارک جماعت ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا یہ خاص الخاص انعام نازل ہوا ہے۔ہم میں سے کون ہے جو اس نعمت سے واقف نہیں؟ ہم میں سے ہر ایک نے اس عظیم نعمت کی برکتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ہر ایک گواہ ہے کہ اس نے خلافت احمدیہ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے افضال کو نازل ہوتے دیکھا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ احباب جماعت کے سامنے اس نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :

”تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگران کے لئے نہیں۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں، لاکھوں بیمار ہوں۔“

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں خلافت احمدیہ کے اس انعام کا مختصر سا خاکہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”کونسا دنیاوی لیڈر ہے جو بیماروں کے لئے دعائیں بھی کرتا ہو۔ کون سا لیڈر ہے جو اپنی قوم کی بچیوں کے رشتوں کے لئے بے چین اور ان کے لئے دعا کرتا ہو۔ کونسا لیڈر ہے جس کو بچوں کی تعلیم کی فکر ہو۔۔۔ان کی فکر صرف آج خلیفۂ وقت کو ہے۔ جماعت احمدیہ کے افراد ہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ ان کی صحت کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے۔ رشتے کے مسائل ہیں۔ غرض کہ کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفۂ وقت کی نظر نہ ہو۔ اور اس کے حل کے لئے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا نہ ہو۔ اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو۔ میں بھی اور میرے سے پہلے خلفاء بھی یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔۔۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشمِ تصوّر میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔“

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 348 خطبہ جمعہ 06 جون 2014)

یہ تو ایک قطرہ ہے اس سمندر کا جو ہمیں نعمت عظمیٰ کی صورت میں میسَّر ہے۔ رُوئے زمین پر جماعت احمدیہ کے علاوہ اس وقت کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہمیں ایسا لیڈر اور امام میسر ہے جو ہمارے لئے ایسے تڑپتا ہو۔ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والوں کی فکریں اس کو ہلکان کرتی ہوں۔ جو ساری ساری رات اپنے خدا کے حضور ہمارے لئے دعائیں کرتا ہو۔صبح و شام جسے ہمارے غم پہنچتے ہوں اور وہ انہیں دور کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہو۔ کوئی ایک بھی نہیں سوائے ہمارے پیارے امام کے۔

خلیفۂ وقت کی اپنی جماعت سے محبت اور اس کے لئے احساس، درد اور فکرمندی کا نقشہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے اس شعر سے بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے۔فرمایا ؎

قوم احمد جاگ تُو بھی جاگ اس کے واسطے
اَن گِنت راتیں جو تیرے درد میں سویا نہیں

پس ایسی نعمت خداوندی کے ہوتے ہوئے ہم پر کس قدر بھاری ذِمہ داری ہے اس کا اندازہ ہم میں سے ہر ایک خود لگا سکتا ہے۔ اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کریں وہ بھی کم ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خلافت کی برکات و فیوض سے ہم تا قیامت مستفیض ہوتے رہیں تو ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھنا ہوگا۔ اور ان کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش بھی کرنا ہوگی۔ کیونکہ شکر کے نتیجہ میں ہی اس نعمت عظمیٰ کے ثمرات سے ہم فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

آئیے اب ہم ان فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف چلتے ہیں جو خلافت کی نعمت کے شکرانے کے طور پر ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کی نعمت کا وعدہ جہاں مومنین کی جماعت سے فرمایا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی نعمت کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط بھی کیا ہے۔ اس لئے خلافت کی برکات سے ہم تب تک ہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جب تک ان شرائط پر عمل کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ہر احمدی کی اوّل ذمہ داری ہے کہ وہ ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی طرف خاص توجہ دے۔ ہمارے پیارے امام ایک عرصہ سے ہمیں عملی اصلاح اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔اس لئے ہمارا اوّلین فرض بنتا ہے کہ اپنا ازسرِنو جائزہ لیں، اپنے ایمانوں کو مضبوط کریں اور اعمال صالحہ کی طرف خاص توجہ پیدا کریں تا اس نعمت خداوندی کا سورج پوری آب وتاب سے ہم پر چمکتا رہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”خلافت قائم رکھنے کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو مضبوط ایمان والے ہوں اور نیک اعمال کر رہے ہوں۔ جب ایسے معیار مومن قائم کر رہے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق خلافت کا نظام جاری رکھے گا۔ نبی کی وفات کے بعد خلیفہ اور ہر خلیفہ کی وفات کے بعد آئندہ خلیفہ کے ذریعہ سے یہ خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی اور یہی ہم گزشتہ سو سال سے دیکھتے آرہے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہوں اور دنیا کے لہو ولعب ان کو متاثر کر کے شرک میں مبتلا نہ کر رہے ہوں۔ اگر انہوں نے ناشکری کی، عبادتوں سے غافل ہو گئے۔ دنیا داری ان کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے زیادہ محبوب ہو گئی تو پھر اس نافرمانی کی وجہ سے وہ اس انعام سے محروم ہو جائیں گے۔ پس فکر کرنی چاہئے تو ان لوگوں کو جو خلافت کے انعام کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ یہ خلیفہ نہیں ہے جو خلافت کے مقام سے گرایا جائے گا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو خلافت کے مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے فاسقوں میں شمار ہوں گے۔ تباہ وہ لوگ ہوں گے جو خلیفہ یا خلافت کے مقام کو نہیں سمجھتے، ہنسی ٹھٹھا کرنے والے ہیں۔ پس یہ وارننگ ہے، تنبیہ ہے ان کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ یا یہ وارننگ ہے ان کمزور احمدیوں کو جو خلافت کے قیام واستحکام کے حق میں دعائیں کرنے کی بجائے اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہاں سے کوئی اعتراض تلاش کیا جائے“۔ (خطبات مسرور جلد 03 صفحہ 312 خطبہ جمعہ فرمودہ 27 مئی 2005ء)

خلافت احمدیہ کی اِطاعت و فرمانبرداری سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اِطاعت خلافت اور اِطاعت نظام کے بغیر ترقی ممکن ہی نہیں۔آیت استخلاف کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے الفاظ میں ہمیں خلافت کی اطاعت کی تلقین کی ہے۔ خلفاء کی اطاعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ۔ (سنن ابن ماجہ باب اِتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ حدیث 42)

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سُنت پر عمل کرو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ خلافت کی اطاعت کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو۔“

(خطبات نور صفحہ 131 خطبہ عیدالفطر جنوری 1903ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعت کو خلیفۂ وقت کی کامل فرمانبرداری کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کرسکتا۔ اور تم بھی یہ نصرت اسی طرح حاصل کرسکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ۔ . . اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو گے تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے۔ تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو۔“ (خطبات محمود جلد 18 صفحہ 380 خطبہ جمعہ 27 اگست 1937)

ایک اور اہم ذمہ داری خلیفۂ وقت سے وابستگی ہے۔ خلیفۂ وقت سے گہرا اٹوٹ ذاتی تعلق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے برکاتِ خلافت سے فیضیاب ہونے کے اصول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھو تو اس کے ساتھ مضبوطی سے چمٹ جانا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 22916)

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم شر کا زمانہ دیکھو تو تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ اور اگر نہ جماعت ہو، نہ امام ہو تو تمام فرقوں سے جدا ہو جانا خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں کھانی پڑیں۔

(بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذالم تکن جماعة)

اس زمانہ میں خلافت سے وابستگی اور تعلق کے بیش بہا ذرائع اللہ تعالیٰ نے میسر فرما دئے ہیں۔ MTA کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا مواصلاتی نظام مہیا کیا ہوا ہے جس سے ہم ہمہ وقت باسہولت خلیفہ وقت سے منسلک رہ سکتے ہیں۔ خلیفۃ المسیح جو خطبات ارشاد فرماتے ہیں، اجتماعات اور تقاریب میں نصائح فرماتے ہیں اور جن کلاسز میں جلوہ افروز ہوتے ہیں وہ سب MTA پر نشر کی جاتی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم خلیفۂ وقت کی آواز کو سن بھی سکتے ہیں، اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں اور ان پر عمل کر کے اطاعت کا بہترین نمونہ بھی قائم کرنے والے بن سکتے ہیں۔ پھر خلیفۃ المسیح سے تعلق پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ خطوط کا بھی ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے احمدی ان خطوط کے ذریعہ اسی طرح خلافت سے رابطہ رکھ سکتے ہیں جیسے لندن میں بسنے والے احمدی۔ اگر ہر احمدی دربار خلافت میں دعا کے لئے لکھے گا تو جہاں وہ خلیفۃ المسیح سے ذاتی تعلق قائم کرنے کا باعث بن رہا ہو گا وہاں خلیفۂ وقت کی دعاؤں کا مَورد بھی ہو رہا ہو گا۔ اور خلیفۂ وقت کی دعائیں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔ . . میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔“

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 49)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کو خلافت سے وابستگی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: ”جماعت میں یہ تحریک عام کرنی چاہیے کہ احباب جماعت امام وقت سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ اپنی محبت اور وفا کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر کریں اور یہ یقین رکھیں کہ آج صرف وہی دعا قبول ہوگی جو خلافت کے دروازہ میں سے گزرتی ہوئی آسمانوں تک جاتی ہے۔ یعنی آج کسی شخص کی کوئی ایسی دعا قبول نہیں ہوسکتی جو خلیفۂ وقت کے منشاء کے خلاف ہو۔ جماعت کے بزرگوں کا بھی یہی عقیدہ اور ایمان رہا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 27 جون 1982ء صفحہ 6)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خلافت سے وابستگی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کرسکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی۔ جیسا کہ مشہور ہے اِسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے۔

جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کرسکے گی۔ بے شک افراد مریں گے۔ مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی، مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی۔ اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔“

(حقائق الفرقان درس سورۃ النور مطبوعہ 1921ء صفحہ 73)

خلافت کے نظام کے شکرانے کے طور پر ہمارا ایک فرض یہ بھی ہے کہ ہم اپنے امام کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔ دعاؤں کے ساتھ ان کے کاموں میں مدد کرنے والے ہوں۔ حدیث میں ذکر آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ۔

(مسلم کتاب الامارۃ، باب خیار الائمّۃ واشرارھم)

یعنی تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ، وَكُنْ مَعَهٗ حَيْثُ مَا كَانَ وَانْصُرْهُ نَصْرًا عَزِيْزًا۔

خلافت کی نعمت جہاں ہم پر دوسری ذمہ داریاں عائد کرتی ہے وہاں ہمیں یہ یاددہانی بھی کرواتی ہے کہ ہم نے جو عہد کئے ہوئے ہیں ان کو ضرور پورا کرنا ہے تاکہ ہم عہد شکن قوموں میں شمار نہ ہوں۔ ایک عہد تو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے کیا ہے۔ ان شرائط بیعت کو ہمیشہ ہم نے اپنا دستور العمل بنائے رکھنا ہے۔ اور ایک تجدید عہد ہم نے خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر اپنے امام سے کیا تھا۔ اس عہد کی پاسداری کرنا بھی ہم سب پر لازم ہے۔ نسل در نسل خلافت سے وابستگی اور خلافت کی حفاظت کی وصیت اس عہد میں شامل ہے جس کو ہمیشہ ہمیں مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ ”ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا! تُو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین“

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دور میں تمام تر روحانی جنگیں خلافت کی ڈھال کے پیچھے ہی لڑی جانی ہیں۔ آج اسلام کی فتح و ظفر کی کلید اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کے ہاتھ میں دی ہوئی ہے۔ دَورِ حاضر میں ہم خوش قسمت ترین لوگ ہیں جنہیں خلافت کی امامت میسر ہے۔ ہمارے امام ہمیں جو تحریکات فرماتے ہیں دراصل وہی زمانے کی سب سے اہم تحریک ہوتی ہے۔ انہیں تحریکات میں درحقیقت ہماری فتح مضمر ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے ”دعائیں کریں، دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں“ کی تحریک فرمائی۔ وقتاً فوقتاً بھی آپ دعاؤں کی تحریک فرماتے رہتے ہیں۔ خلافت جوبلی کے سلسلہ میں دعاؤں کی تحریک بھی فرمائی اور آج کل کے حالات کے پیش نظر بھی مسلسل دعاؤں کی تحریک فرما رہے ہیں۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ صدقات، نوافل اور روزوں کی تحریک بھی فرما رکھی ہے۔ ان تحریکات پر والہانہ لبیک کہنا ہر احمدی کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ امام وقت کی فراست وہ دیکھ رہی ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ اس روحانی جنگ میں حضور کی قیادت میں ہی ہم نے شیطانی طاقتوں کو شکست دینی ہے۔ ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ خلافت کی ڈھال کے پیچھے اپنے امام کی سربراہی میں پیش قدمی کرتے چلے جائیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کو خلیفۃ المسیح کی تحریکات پر لبیک کہنے اور خلافت کے ایک اشارے پر چلنے کی نصیحت ان الفاظ میں فرمائی تھی:

”میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقلمند اور مدبّر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کرسکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔“

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 377 خطبہ جمعہ 27 اگست 1937)

خلافت کے قیام کے لئے ہم نے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ دربار خلافت سے آنے والے ہر حکم کی پابندی ہم نے اپنے اوپر فرض کرلینی ہے تاکہ ہم بھی نَحۡنُ انصار اللہ کے گروہ میں شامل ہوسکیں۔ ہمارے امام ہم سے کیا تقاضا کرتے ہیں اور ہمیں کیسا دیکھنا چاہتے ہیں اس بات کو ہمیشہ زیر نظر رکھنا ہی ہمیں خلافت کا قرب دلا سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 26 مئی 2017ء کے خطبہ جمعہ میں خلافت کے انعام اور اس حوالہ سے ہمارے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”خلافت کا نظام جو خوف کو امن میں بدلنے والا نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے تمکنت دین کا ذریعہ بننے والا ہے اس کا تعلق اس ذریعہ سے قائم ہونے والی خلافت سے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عمل میں آنا ہے. . . پس مشکلات بھی آئیں گی ابتلاء بھی آئیں گے لیکن آخری فتح انشاء اللہ جماعت احمدیہ کی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے جاری ہونے والا نظامِ خلافت ہی وہ حقیقی نظام ہے جس کے ساتھ ترقیات وابستہ ہیں اور دنیا کی امن و سلامتی بھی وابستہ ہے۔ یہی نظام ہے جس کے ذریعہ سے تمام دنیا پر اسلام کی برتری ثابت ہونی ہے اور غلبہ قائم ہونا ہے. . . احمدیت سے پیچھے ہٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق ترقی کی راہیں کھولتا چلا جا رہا ہے اور ترقی ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عارضی روکوں کے باوجود اسلام کا غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اور آپ کے بعد جاری نظامِ خلافت کے ذریعہ ہی ہونا ہے۔ مخالفین چاہیں جتنا مرضی زور لگا لیں ان کے حصہ میں نامرادی اور ناکامی ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو توفیق دے کہ وہ اپنے ایمان میں بھی مضبوط ہو اور اعمال صالحہ بجا لانے والا بھی ہو اور عبادتوں کے معیار بھی ہر احمدی کے بلند ہوتے چلے جائیں تاکہ ہم ہمیشہ اس ترقی کا حصہ بننے والے رہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2017 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 16 جون 2017 جلد 24 شمارہ 24)

دَورِ آخرین میں خلافت علی منہاج نبوت کی جو نعمت ہمیں میسر آئی ہے وہ ہمارے کاندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری یہ بھی ڈالتی ہے کہ ہم اس دور آخرین میں دَورِ اوّلین کی یاد پھر سے تازہ کر دیں۔ ہم بعد میں آکر پہلوں سے ملنے والے بن جائیں۔ صحابہ کرامؓ کی طرح ہم بھی شمع خلافت کے گرد پروانوں کی طرح طواف کرنے والے ہوں۔ ہم بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح امام وقت کے ایک حکم پر اپنا سب مال و اسباب اس راہ میں پیش کرنے والے بن جائیں جس سے اسلام کی خدمت وابستہ ہے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کی طرح ہم بھی اپنے آقا کو یہ کہنے والے ہوں کہ اے آقا ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ آپ جس میدان کی طرف ہمیں بلائیں گے ہم اسی طرف اپنا رخ کرلیں گے۔ ہمیں بھی خلافت احمدیہ کے سامنے اسی طرح ڈھال بننا ہوگا جیسے حضرت طلحہ بن عبیداللہ کا ہاتھؓ رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بن گیا تھا۔ اسی طرح خلافت کی طرف آنے والے ہر تیر کو ہمیں بھی اپنے ہاتھوں پر لینا ہوگا۔ صحابہ کی طرح خلافت کے ایک اشارے پر اٹھنا اور بیٹھنا ہوگا۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت سعد بن ربیعؓ کی طرح اپنی اولاد در اولاد کو امام زمانہ سے وابستہ رہنے اور اس کی حفاظت کی وصیت کرنا ہوگی۔

خاکسار اپنی گزارشات کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہے

خلافت کے اَمیں ہم ہیں امانت ہم سنبھالیں گے
جو نعمت چھن چکی پہلے وہ نعمت ہم سنبھالیں گے
خلیفہ کے لبوں سے جو گل وجوہر بکھرتے ہیں
بڑے انمول موتی ہیں، یہ دولت ہم سنبھالیں گے
جو بازو کٹ گرے اپنے تو دانتوں سے اُٹھائیں گے
بہر قیمت لوائے احمدیت ہم سنبھالیں گے
مرے رہبر! مرے مرشِد! ترے خدّام کہتے ہیں
تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

محترم عبدالمنان ناہید صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 4 جنوری 2012ء میں معروف احمدی شاعر محترم عبدالمنان ناہید صاحب کی وفات کی اطلاع شائع ہوئی ہے۔ آپ یکم جنوری 2012ء کو بعمر 93 سال راولپنڈی میں وفات پاگئے اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

محترم عبدالمنان ناہید صاحب یکم جنوری 1919ء کو حضرت خواجہ محمد دین بٹ صاحبؓ کے ہاں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ تین بھائیوں اور تین بہنوں میں آپ کا نمبر تیسرا تھا۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ بعدازاں لاہور اور پشاور میں مزید تعلیم حاصل کرکے 40 کی دہائی میں ملٹری اکاؤنٹس میں ملازمت کرلی جہاں سے 1979ء میں ڈپٹی کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

محترم ناہید صاحب نے اوائل عمر سے ہی شاعری کا آغاز کیا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی خواہش کی تعمیل میں رومانوی شاعری کو چھوڑ کر اپنا رجحان خالصتاً دین کی طرف کرلیا۔ آپ کے تین مجموعہ ہائے کلام ’’شاہراہِ احمدیت‘‘، ’’سیلِ غم‘‘ اور ’’اِک حرفِ ناتمام‘‘ شائع ہوچکے ہیں جبکہ تین مجموعے زیرطباعت ہیں۔

مرحوم بڑے دھیمے مزاج اور عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔ امانتداری کی عمدہ مثال تھے۔ نماز، روزہ کے پابند اور باقاعدہ تہجدگزار تھے۔ مالی تحریکات میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ خلافت کے فدائی اور ایک بےنفس انسان تھے۔ جماعتی خدمات کا بھی موقع ملتا رہا۔ خدام الاحمدیہ کے قیام کے بعد قائد مقامی اور قائد علاقہ راولپنڈی کے طور پر خدمت کی۔ بعدازاں راولپنڈی کے نائب امیر ضلع اور قائمقام امیر بھی رہے۔

مرحوم کی شادی محترمہ عائشہ محمودہ صاحبہ بنت محترم محمد صدیق میر صاحب آف امرتسر کے ساتھ ایک رؤیا کی بنا پر ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بھی صاحبِ رؤیا و کشوف تھیں اور اُن کی پرورش اُن کے پھوپھا حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت امّاں جانؓ کی شفقت سے بھی حصّہ پایا تھا۔ اُن کی وفات 1991ء میں ہوئی۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

محترم عبدالمنان ناہید صاحب کی شعری خدمات

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 7 مئی 2012ء میں مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں نامور احمدی شاعر محترم عبدالمنان ناہید صاحب کی شعری خدمات کے حوالہ سے اظہارخیال کیا گیا ہے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ: حیف کہ نیا سال شروع ہوتے ہی سیدھی دلوں میں اترنے والی وہ آواز خاموش ہوگئی۔ ناہید صاحب کو پڑھ پڑھ کر ہم نے شعر کہنا سننا شروع کئے تھے۔ ہمارے ابّاجی مرحوم کو ناہید صاحب کے یا جگر کے شعر بہت پسند تھے۔ بڑے ہوکر جب روشن دین تنویر صاحب کی وساطت سے ان سے ملاقاتیں ہونے کی صورت پیدا ہوئی تو ان کی طبیعت کی متانت اور آہستگی نے بہت متاثر کیا۔ ناہید صاحب نے اب آکر مشاعروں میں سننے سنانے کا سلسلہ شروع کیا ورنہ وہ سننے سنانے میں بہت نہ نکرٗ کیا کرتے تھے مگر ہمارے گھر کے سالانہ مشاعرہ میں بطیبِ خاطر اپنا کلام عطا فرماتے تھے۔

ہم نے اُن کے کلام کو جماعت احمدیہ کے علم کلام کا بھرپور مظہر دیکھا۔ وہ دوسرے رسالوں میں چھپتے چھپاتے بھی نہیں تھے حالانکہ ان کی غزل بڑی زوردار ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے انہیں تلقین کی تھی کہ وہ اپنے شعری ذوق کو رومانوی اور تخلیاتی بھول بھلیوں میں بھٹکنے میں ضائع نہ کریں بلکہ اس ہنر کو جماعت کے علم کلام کی ترویج میں صرف کریں۔ ناہید صاحب نے اس نصیحت کو پلّے باندھ لیا اور سلسلہ کے باہر کے پرچوں میں چھپنے سے گریزاں رہنے لگے۔

تنویر صاحب احمدی ہونے سے قبل ملک کے مشہور ادبی رسائل نیرنگ خیال، ادبی دنیا، رومان جیسے پرچوں میں تواتر سے چھپتے اور ملک کے مشہور شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ احمدی ہوگئے تو یک قلم ان رسائل میں چھپنا ترک کردیا۔ یہی حال سعید احمد اعجاز صاحب کا تھا۔ ناہید صاحب اسی روایت کے علمبردار بنے اور اپنے ساتھ جنرل محمودالحسن ایمن آبادی کو بھی اسی راہ پر لگالیا۔ ناہید صاحب کا کلام ایسا پختہ اور برجستہ ہوتا تھا کہ کوئی بھی ادبی پرچہ اسے شائع کرنے میں فخرمحسوس کرتا مگر ناہید صاحب کلام بھیجتے ہی نہیں تھے تو باہر کے پرچوں میں کلام چھپتا کیسے؟

بزرگ شعراء جماعت میں حضرت حافظ مختار احمد شاہجہان پوری اور مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر کہ اپنے وقت کے نامور شعراء میں سے تھے قادیان آگئے تو باہر کے شعری حلقوں سے قطع تعلق فرمالیا۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے اُن سے کہا کہ آپ اس حلقہ سے قطع تعلق کرلیں گے تو اس حلقہ میں تبلیغ کون کرے گا؟

ناہید صاحب سے ایک بار راولپنڈی میں یادگار ملاقات ہوئی۔ ہمارے دوست اور کلاس فیلو ڈاکٹر طاہر محمود نے کوثر کلینک کے نام سے ایک سرجیکل ہسپتال قائم کر رکھا تھا جس میں ڈاکٹر جنرل محمودالحسن صاحب اپنی نشترزنی کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔ ہم اپنی خوشدامن کے طبّی معائنہ کے لئے اُنہیں لے کر راولپنڈی گئے ہوئے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جنرل ڈاکٹر نسیم احمد صاحب سے اپنی آنکھوں کا معائنہ بھی کروالیں مگر جنرل نسیم کا دفتر کہتا تھا کہ اُن کے پاس اگلے دو ہفتے تک کوئی وقت نہیں۔ ہم ناہید صاحب سے ملنے کوثر کلینک پہنچے تو جنرل محمودالحسن صاحب نے پکڑلیا۔ اُن کی کتاب ’’شہدسم‘‘ انہی دنوں چھپ کر آئی تھی۔ اب صورت حال یہ بنی کہ جنرل محمودالحسن اپنا سرجیکل ماسک اتارتے ہوئے آپریشن تھیٹر سے نکلتے، ایک دو غزلیں سناتے اور پھر دوسرے آپریشن کے لئے سرجیکل ماسک چڑھا کر آپریشن تھیٹر میں چلے جاتے۔ اُس روز ان کی زندگی کا ایک نیا پہلو ہم نے دیکھا۔ سرجیکل کام بڑی توجہ اور یکسوئی چاہتا ہے۔ جنرل صاحب جس توجہ اور یکسوئی سے سرجیکل کام کررہے تھے اُسی یکسوئی کے ساتھ غزلیں بھی سنا رہے تھے۔ فرماتے تھے آپریشن تھیٹر سے باہر آتے ہی مَیں سرجن کا ماسک اتار دیتا ہوں۔ مَیں نے لقمہ دیا ’اور شاعر کا ماسک پہن لیتا ہوں‘۔ فرمایا: ’’نہیں شاعری میرا ماسک نہیں ہے میری محبت ہے‘‘۔

ہم اس روز تین گھنٹے وہاں ٹھہرے۔ جنرل صاحب کا کلام سنا مگر ناہید صاحب نے سوائے ایک غزل کے اَور کوئی کلام عطا نہیں فرمایا۔ اُن کا کہنا تھا آج جنرل صاحب کا دن ہے۔ اتنے میں جنرل نسیم اتفاق سے تشریف لے آئے اور ہماری امّی کی آنکھوں کے معائنہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ اس دن کی محفل کے حوالہ سے مدّتوں بعد ایک غزل ہوئی جس میں ساری تلمیحات یکجا ہوگئیں۔ اس کی زمین تھی: ’’سبزہ کو پامال شاخوں کو قلم کرتے رہے‘‘۔ مطلع ہوا۔

وہ ستم کرتے رہے اور ہم کرم کرتے رہے
اپنا اپنا کام دونوں دمبدم کرتے رہے
فتنہ گر گھولا کئے جو زہر، محمود الحسن
برسرِ کوثر اسی کو ’’شہدِ سم‘‘ کرتے رہے
حضرت ناہیؔد کے شعروں سے ہم بھی عمر بھر
دل کو خوش کرتے رہے آنکھوں کو نم کرتے رہے

تعلیم الاسلام کالج کے مشاعرے پاکستان بھر میں مشہور تھے۔ ملک کے بڑے بڑے شعرا ان مشاعروں میں آنا اپنے لئے باعث عزت افزائی سمجھتے تھے۔ مگر ناہید صاحب کالج کے مشاعروں میں اس لئے شریک نہیں ہوتے تھے کہ یہ مشاعرے جماعتی اجتماعات کے موقعہ پر منعقد نہیں ہوتے تھے اور وہ مرکز میں صرف جماعتی ضرورت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ محض مشاعرہ کے لئے سفر اختیار کرنا انہیں مناسب معلوم نہیں دیتا تھا۔ وہ اس عذر پر ثابت قدم رہے۔ بعدازاں ایوان محمود میں بعض جماعتی اجتماعات کے موقعوں پر مشاعرے ہوئے تو ان میں شرکت فرمائی۔ حضرت صاحب کی ہجرت کے بعد تو اُن میں بہت تبدیلی آگئی۔ مشاعروں میں اپنا کلام سنانے سے اِنکار کرتے رہے۔ لیکن ایم ٹی اے کی برکت سے ان کا نام اور کام دنیا کی نگاہ میں آنے لگا۔

کئی سال قبل آپ نے اپنا ایک مجموعۂ کلام مرتّب فرما کر اس حقیر کو بھیجا کہ میں اس پر اپنا تبصرہ لکھوں جسے وہ دیباچہ کے طور پر شامل کرکے مجموعہ شائع کریں گے۔ مگر اُن کا مسودہ میری عدم موجودگی میں اُس وقت ربوہ پہنچا جب میں ہجرت کرکے سویڈن جاچکا تھا اور میری بدقسمتی کہ اس خدمت سے محروم رہا۔ جب مجموعۂ کلام چھپا تو ناہید صاحب نے مجھے بھجوایا۔ بہت جی چاہتا رہا کہ اس کلام پر اپنا تبصرہ لکھوں مگر توفیق نہ ملی۔ اب تبصرہ تو انشاءاللہ لکھا ہی جائے گا مگر حیف ہے ناہید صاحب اسے ملاحظہ نہ فرماسکیں گے۔ ناہید صاحب کے اٹھ جانے سے احمدیہ علم کلام کی شعری روایت میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مشکل سے ہی پُر ہوگا۔

...❁...❁...❁...

امریکہ کا مجسمۂ آزادی

دنیا کا سب سے بڑا مجسمہ جو امریکہ کی آزادی اور جمہوریت کی علامت ہے یعنی ’’مجسمۂ آزادی‘‘ (Statue of Liberty) جزیرہ بڈلوئی میں نصب ہے۔ روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 14/اپریل 2012ء میں اس مجسمہ کا مختصر تعارف شامل اشاعت ہے۔

امریکہ نے فرانسیسیوں کی مدد سے برطانیہ کے چنگل سے 4 جولائی 1776ء کو آزادی حاصل کی تھی۔ آزادی کے 89 سال بعد 1865ء میں ایک فرانسیسی دانشور، سکالر اور ماہر قانون ایڈورڈ ڈاینے لی فیبوری نے امریکہ اور فرانس کی دوستی کے لئے فرانس کی طرف سے امریکہ کو ایک یادگار تحفہ دینے کا خیال پیش کیا جو دونوں ملکوں کی دوستی اور آزادی کی علامت کے طور پر ہمیشہ قائم رہے۔ یہی مجسمۂ آزادی اس دانشور کے خواب کی عملی تعبیر ہے۔ اس مجسمہ کی تعمیر اور تخلیق کے لئے فرانسیسی عوام نے عوامی سطح پر چندہ جمع کیا اور اسے فرانس کے مشہور مجسمہ ساز اور ایفل ٹاور کے خالق گستاف ایفل نے بنایا۔ یہ مجسمہ 4 جولائی 1884ء کو امریکی آزادی کے 108 سال پورے ہونے پر فرانسیسی عوام کی طرف سے امریکی عوام کو تحفے کے طور پر دیا گیا۔

کانسی (تانبا) کی پلیٹوں سے بنا ہوا یہ دیوہیکل مجسمہ 152 فٹ بلند ہے جو نیویارک میں لبرٹی آئی لینڈ پر تعمیر کیا گیا ہے اور اسے نئی دنیا (امریکہ) میں داخلے کے لئے گیٹ وے (Gateway) کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔ شہر کی بندرگاہ کے رُخ پر ایستادہ لکڑی کے ڈھانچے کے اوپر بنا یہ مجسمہ ایک ایسی عورت کی شکل ہے جس نے روایتی لباس زیب تن کر رکھا ہے اور اُس کے سر پر سات پروں والا ایک تاج ہے۔ غلامی کی ٹوٹی زنجیریں اُس کے قدموں میں پڑی ہیں۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک شمع ہے جسے اس نے بلند کر رکھا ہے اور بائیں ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس پر اعلانِ آزادی کی تاریخ 4 جولائی 1776ء درج ہے۔ اسے اس دَور کا سب سے اونچا سکائی سکریپر (Sky Scraper) کہا جاسکتا ہے۔ پلیٹ فارم کو بھی شامل کریں تو اس کی کُل اونچائی 305 فٹ بنتی ہے اور اس پر چڑھنے کے لئے 186 سیڑھیاں ہیں۔

گستاف ایفل نے اس مجسمہ کے لئے جو داخلی ڈیزائن تیار کیا تھا اُس نے تعمیرات کی دنیا میں چند ایسی اختراعات متعارف کرائیں جو امریکہ میں آئندہ تعمیرات کے لئے نہایت اہم ثابت ہوئیں۔ وسائل کی فراہمی میں تاخیر کے سبب آخر 1886ء میں 8 لاکھ ڈالر کی لاگت سے اپنی بنیاد اور پلیٹ فارم سمیت یہ مجسمہ مکمل ہوگیا۔ اس پر خرچ ہونے والی رقم کا نصف فرانسیسیوں نے اور نصف امریکیوں نے جمع کیا۔

...❁...❁...❁...

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 4 جنوری 2012ء میں مکرم ناصر احمد سیّد صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

ہماری دھڑکنیں پرواز پر ہیں
تمہاری اُنگلیاں کس ساز پر ہیں
بیاں اس کشف کو کیسے کروں مَیں
بہت سی بندشیں الفاظ پر ہیں
تماشے سے اُٹھالی ہیں نگاہیں
نگاہیں اب تماشہ ساز پر ہیں
نہیں بجھتے چراغ اُس آدمی کے
ہوائیں دم بخود اس راز پر ہیں
قیامت خیز رفتاریں ہیں اُس کی
قدم ہر پَل کسی اعجاز پر ہیں
شہادت دے رہا ہے ہر نیا دن
یہ دل لبّیک اِک آواز پر ہیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
September 15, 2017 – September 21, 2017

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday September 15, 2017

00:00	World News
00:20	Tilawat: Surah Al-Hijr, verses 3-100.
00:40	Dars-e-Tehreerat
00:50	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 69.
01:20	Jamia Convocation Shahid UK: Rec. Mar. 4, 2017.
02:40	Memories Of Jalsa Salana Sweden
03:10	Spanish Service
03:45	Pushto Muzakarah
04:25	Quran Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses of Surah Al-Anfaal, verses 46 - 65 by Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Class no. 100, recorded on November 30, 1995.
05:25	Pakistan In Perspective
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith: Allah the Provider.
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 4.
07:00	Beacon Of Truth: Rec. December 18, 2016.
07:55	From Democracy To Extremism
09:00	Reception in Calicut, India: the Head of the Ahmadiyya Muslim Community's visit to India in 2008.
09:50	In His Own Words
10:20	Food For Thought
10:35	The Life Of Holy Prophet Muhammad (saw)
10:55	Deeni-O-Fiqahi Masail
11:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
12:00	Live Friday Sermon
12:50	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:30	Tilawat [R]
13:50	Seerat-un-Nabi
14:25	Shotter Shondhane: Recorded on July 20, 2017.
15:25	From Democracy To Extremism [R]
16:30	Friday Sermon [R]
18:00	World News
18:30	Beacon Of Truth [R]
19:25	Deeni-O-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	Reception in Calicut, India [R]
20:55	In His Own Words [R]
21:30	From Democracy To Extremism [R]
22:30	Friday Sermon [R]

Saturday September 16, 2017

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:45	The Significance Of Flags
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Reception in Calicut, India
01:55	The Life Of Holy Prophet Muhammad (saw)
02:20	In His Own Words
03:00	Beacon Of Truth
04:00	Friday Sermon
05:25	Deeni-O-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 49.
07:00	Faith Matters: Programme no. 171.
08:00	International Jama'at News
08:50	Friday Sermon: Rec. September 15, 2017.
10:00	In His Own Words
10:35	Dua-e-Mustaja'ab
11:10	Indonesian Service
12:10	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Shotter Shondhane: Recorded on July 21, 2017.
15:15	Qur'anic Archaeology
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:30	Faith Matters [R]
19:30	Prize Distribution Ceremony
20:05	Jalsa Salana Canada Concluding Address: Recorded on June 29, 2008.
21:00	International Jama'at News [R]
21:50	Dua-e-Mustaja'ab [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Qur'anic Archaeology [R]

Sunday September 17, 2017

00:15	World News
00:35	Tilawat
00:45	Dars-e-Hadith
01:05	Al-Tarteel
01:35	Jalsa Salana Canada Concluding Address
02:30	In His Own Words
03:05	Faith Matters
04:10	Friday Sermon
05:25	Qur'anic Archaeology
06:00	Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 1-31.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:25	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 4.
06:50	Rah-e-Huda: Recorded on September 16, 2017.
08:25	Roots To Branches
08:55	Bustan Waqfe-Nau: Rec. November 30, 2014.
10:00	In His Own Words
10:40	Ilmul Abdaan
11:10	Indonesian Service
12:10	Tilawat [R]
12:25	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:10	Shotter Shondhane
15:15	Bustan Waqfe-Nau [R]
16:20	In His Own Words [R]
17:00	Flower Exhibition
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Rah-e-Huda [R]
19:55	Bustan Waqfe-Nau [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:40	Ilmul Abdaan [R]
22:10	Rishta Nata Ke Masa'il
22:25	Friday Sermon [R]
23:35	Roots To Branches [R]

Monday September 18, 2017

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:40	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
00:50	Yassarnal Qur'an
01:15	Bustan Waqfe-Nau
02:20	In His Own Words
03:00	Flower Exhibition
03:25	The Prophecy Of Khilafat
03:45	Friday Sermon
05:00	Ilmul Abdaan
05:30	Roots To Branches
06:00	Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 32-60. Part 22.
06:15	Al-Tarteel: Lesson no. 49.
06:45	French Mulaqat: Recorded on July 13, 1997.
07:50	Jalsa Salana Speeches
08:25	Seerat-un-Nabi
08:55	Huzoor's Tour Of India: the Head of the Ahmadiyya Muslim Community's visit to India in 2008.
09:55	In His Own Words
10:25	Kids Time: Programme no. 28.
11:00	Friday Sermon: Recorded on April 7, 2017.
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:05	Friday Sermon: Recorded on October 14, 2011.
14:00	Shotter Shondhane: Recorded on July 22, 2017.
15:05	Huzoor's Tour Of India [R]
16:05	Aao Urdu Seekhain
16:30	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Somali Service
18:50	Jalsa Salana Speeches [R]
19:30	Seerat-un-Nabi [R]
20:00	Huzoor's Tour Of India [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	From Democracy To Extremism
22:30	French Mulaqat [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood [R]

Tuesday September 19, 2017

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
00:55	Al-Tarteel
01:25	Huzoor's Tour Of India
02:25	In His Own Words
03:00	International Jama'at News
03:55	French Mulaqat
04:55	Jalsa Salana Speeches
05:30	Seerat-un-Nabi
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Tehreerat
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 5.
07:00	Liqa Ma'al Arab: A regular sitting of Arabic speaking friends with Khalifatul-Masih IV (ra). Session no. 155. Recorded on April 30, 1996.
08:05	Story Time: Part 30.
08:35	InfoMate
09:10	Bustan Waqfe-Nau: Rec. November 30, 2014.
10:15	In His Own Words
10:45	Prophecies In The Bible
11:20	Indonesian Service
12:20	Tilawat [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Rec. September 15, 2017.
14:00	Shotter Shondhane: Recorded on July 22, 2017.
15:05	Bustan Waqfe-Nau [R]
16:05	In His Own Words [R]
16:40	An Introduction To Ahmadiyyat
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Story Time [R]
18:45	InfoMate [R]
19:20	Prophecies In The Bible [R]
19:50	Bustan Waqfe-Nau [R]
20:50	In His Own Words [R]
21:25	An Introduction To Ahmadiyyat [R]
22:25	Liqa Ma'al Arab [R]
23:40	Philosophy Of Teaching Of Islam

Wednesday September 20, 2017

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:30	Dars-e-Tehreerat
00:40	Yassarnal Qur'an
01:05	Bustan Waqfe-Nau
02:05	In His Own Words
02:50	Prophecies In The Bible
03:20	InfoMate
03:55	Liqa Ma'al Arab
05:00	An Introduction To Ahmadiyyat
06:00	Tilawat
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 49.
07:00	Question & Answer Session: Rec. May 27, 1994.
08:00	Seerat Sahabiyat
09:00	Jalsa Salana UK Opening Address: Recorded on July 25, 2008.
10:05	The Life Of Holy Prophet Muhammad (saw)
10:25	Deeni-O-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:05	Tilawat [R]
12:20	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Rec. September 15, 2017.
14:00	Shotter Shondhane: Recorded on July 23, 2017.
15:05	Jalsa Salana UK Opening Address [R]
16:10	Introduction To Waqf-e-Jadid
16:30	Ghazwat-e-Nabi
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:25	Horizons d'Islam
19:00	Flower Exhibition
19:25	Deeni-O-Fiqa'hi Masa'il
20:00	Jalsa Salana UK Opening Address [R]
21:05	In His Own Words [R]
21:40	Ghazwat-e-Nabi [R]
22:30	Question And Answer Session [R]
23:25	Freedom Of Speech

Thursday September 21, 2017

00:05	World News
00:30	Tilawat
00:50	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Jalsa Salana UK Opening Address
02:35	The Prophecy Of Khilafat
03:00	Seerat Sahabiyat
04:00	Question And Answer Session
05:10	Ghazwat-e-Nabi
06:05	Tilawat: Surah Al-Hajj verses 1-38. Part 17.
06:15	Dars-e-Tehreerat
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 73.
06:55	Tarjamatul Qur'an Class: Rec. April 9, 1996.
08:00	Shama'il-e-Nabwi
08:35	Roots To Branches
09:05	Convocation Jamia Germany: Rec. Apr. 22, 2017.
10:05	In His Own Words
10:35	Pakistan In Perspective
11:10	Japanese Service
11:25	Safar-e-Hajj
12:05	Tilawat [R]
12:20	Dars-e-Tehreerat [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on August 25, 2017.
14:05	Beacon Of Truth: Rec. November 13, 2016.
14:55	Convocation Jamia Germany [R]
15:55	In His Own Words [R]
16:25	Persian Service
16:50	Pakistan In Perspective [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Faith Matters: Programme no. 187.
19:25	Shama'il-e-Nabwi [R]
20:00	Friday Sermon [R]
21:05	In His Own Words
21:35	Safar-e-Hajj [R]
22:25	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:30	Roots To Branches

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 24 Friday 15 September 2017 Issue No. 37

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ جرمنی اگست 2017ء

حضور انور ایدہ اللہ کا گیزن (Giessen) میں ورودِ مسعود۔ مسجد بیت الصمد (گیزن) کا افتتاح۔ افتتاحی تقریب سے قبل پریس کانفرنس۔ گیزن شہر کی لارڈ میئر کی طرف سے پودے کا تحفہ۔ مسجد کی افتتاحی تقریب میں صوبہ کے چیف منسٹر کے نمائندہ، ممبر صوبائی اسمبلی اور لارڈ میئر کے ایڈریسز۔ حضور انور ایدہ اللہ کا اس موقع پر نہایت دلآویز اور بصیرت افروز خطاب۔ تقریب میں شامل مہمانوں کے تأثرات۔

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

21 اگست 2017ء بروز سوموار

(حصہ دوم)

آج پروگرام کے مطابق گیزن (Giessen) شہر میں مسجد ''بیت الصمد'' کے افتتاح کی تقریب تھی۔

چار بجکر 55 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور گیزن شہر کے لئے روانگی ہوئی۔ فرینکفرٹ سے Giessen شہر کا فاصلہ 55 کلومیٹر ہے۔ قریباً 45 منٹ کے سفر کے بعد جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گاڑی شہر کی حدود میں داخل ہوئی تو شہر کی پولیس نے قافلہ کو Escort کیا۔ پولیس کی گاڑیاں مختلف مقامات پر راستہ کلیئر کرنے کے لئے موجود تھیں۔

پانچ بجکر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مسجد ''بیت الصمد'' تشریف آوری ہوئی۔ مقامی جماعت کے احباب مرد و خواتین اور بچے اپنے پیارے آقا کی آمد کے منتظر تھے۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے تو احباب جماعت نے پُرجوش انداز میں استقبال کیا اور بچوں اور بچیوں نے دعائیہ نظمیں اور خیر مقدمی گیت پیش کئے۔ ہر چھوٹا بڑا اپنا ہاتھ بلند کر کے حضور انور کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ خواتین شرفِ زیارت سے فیضیاب ہو رہی تھیں۔

صدر جماعت Giessen مکرم ڈاکٹر طاہر شیراز صاحب، ریجنل امیر Hessen Mitte مکرم مظفر احمد صاحب، مبلغ سلسلہ گیزن مکرم ارسلان سندھو صاحب اور مکرم عبدالرحمٰن صاحب نگران تعمیر مسجد نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور شرفِ مصافحہ حاصل کیا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد کی بیرونی دیوار میں نصب تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور دعا کروائی۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے مردانہ ہال میں تشریف لے گئے اور نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ جس کے ساتھ ہی اس مسجد کا افتتاح عمل میں آیا۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدر جماعت گیزن سے مسجد کے حوالہ سے بعض امور دریافت فرمائے۔ صدر صاحب نے حضور انور کے استفسار پر بتایا کہ یہ مسجد باقاعدہ پلاٹ خرید کر تعمیر کی گئی ہے۔ پلاٹ کا رقبہ ایک ہزار مربع میٹر ہے۔ مسجد کے دو ہال ہیں۔ ہر ہال کا رقبہ 61 مربع میٹر ہے۔ اس مسجد میں مجموعی طور پر 190 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جماعت کی تجنید کے بارہ میں صدر صاحب نے بتایا کہ یہاں جماعت کی تعداد 290 ہے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے باہر تشریف لے آئے اور مسجد کے بیرونی احاطہ میں اخروٹ کا پودا لگایا۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خواتین کی مارکی میں تشریف لے گئے۔ جہاں بچیوں کے گروپ نے دعائیہ نظمیں پیش کیں اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

بعد ازاں حضور انور مسجد کے نچلے ہال میں تشریف لے آئے جہاں مجلس عاملہ گیزن کے ممبران نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

اس دوران بچے مسجد کے بیرونی احاطہ میں ایک قطار میں کھڑے ہو چکے تھے۔ جب حضور انور مسجد سے باہر تشریف لائے تو حضور نے ازراہ شفقت بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت گیزن جماعت کے تمام افراد کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔

اس کے بعد پروگرام کے مطابق چھ بجکر 25 منٹ پر شہر گیزن کے کانگرس ہال (Kongress Halle Giessen) کے لئے روانگی ہوئی۔ اس ہال میں سرکاری و غیر سرکاری تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ مسجد کے افتتاح کے حوالہ سے جماعت گیزن نے اسی ہال میں ایک تقریب کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ یہ ہال مسجد بیت الصمد کے قریب ہی واقع ہے۔ پانچ منٹ کے سفر کے بعد ساڑھے چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس ہال میں تشریف آوری ہوئی۔

پریس کانفرنس

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے نمائندے اس تقریب کی کوریج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ایک علیحدہ کمرے میں ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کمرہ میں تشریف لے آئے۔

اس پریس کانفرنس میں جرمنی کے ایک نیشنل TV چینل ZDF Drehscheibe اور دو اخبارات Gießener Anzeiger اور Gießener Allgemeine کے نمائندگان اور جرنلسٹ موجود تھے۔

☆... **جرنلسٹ نے پہلا سوال یہ کیا کہ جرمن کمیونٹی آپ کے لیے کتنی اہم ہے؟**

اس سوال کے جواب میں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا** کہ تمام احمدی چاہے وہ افریقہ کے دُور افتادہ مقامات میں رہتے ہوں، جرمنی میں یا جنوبی امریکہ، مشرق بعید، یورپ، آسٹریلیا یا شمالی امریکہ میں رہتے ہوں وہ سب میرے لیے اہم ہیں، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس زمانے کے مصلح کو مانا ہے، جس کے بارہ میں پیغمبر اسلام آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں ایک شخص آئے گا جو اسلام کی حقیقی تعلیمات کا احیاء کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ آجائے اور دعویٰ کرے تو اسے تسلیم کرنا۔ تو جو اُن پر ایمان لائے ہیں وہ سب میرے لیے اہم ہیں، چاہے وہ جرمن ہوں، افریقن ہوں، ایشین ہوں یا جہاں سے بھی ہوں۔

☆... **جرنلسٹ نے سوال کیا کہ: یورپ میں مسلمان دنیا کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو آپ کیسے دیکھتے ہیں۔**

اس سوال کے جواب میں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** یہ جو بڑھتی ہوئی نفرت ہے افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں اس کی وجہ بعض مسلمانوں کے برے اعمال ہیں یا بعض شدت پسندوں اور تخریب کاروں کے اسلام کے نام پر کئے گئے عمل ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ کوئی ظلم و زیادتی کریں گے تو لوگ آپ کے خلاف آواز اٹھائیں گے، چاہے آپ مسلمان ہوں یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ مَیں نہایت افسوس سے کہوں گا کہ کچھ مسلمان گروہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ یہ اعمال اسلام کے نام پر کر رہے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں یہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے غیر مسلم جو یورپ میں آباد ہیں ان کا ردّ عمل ایسا ہی ہے جیسا کہ نارمل ہونا چاہیے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیم کے آئینہ دار نہیں ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے سچے نمائندے نہیں ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ پیشگوئی تھی کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا شخص ظاہر ہو گا جو اسلام کی سچی تعلیمات کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ہم احمدی ان حقیقی تعلیمات سے دنیا کو روشناس کروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

☆... **جرنلسٹ نے سوال کیا: بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو آپ سے متفق نہیں ہیں۔**

اس پر **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:** یہی تو میں نے کہا ہے کہ وہ ہم سے اتفاق نہیں کرتے لیکن پیغمبر اسلام آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی حقیقی تعلیم بھول جائے گی اور وہ اسلام کی مقدس کتاب، قرآن مجید کی غلط تشریحات کریں گے۔ تب ایک سچا مصلح پیدا ہو گا جو اسلام کی سچی تعلیم کا احیاء کرے گا۔ اگرچہ ان کی اکثریت ہم سے اتفاق نہیں کرتی پھر بھی کافی تعداد میں مسلمان ہر سال ہمارے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔

آج سے تقریباً 127 سال قبل صرف ایک شخص تھا جو قادیان کی دُور افتادہ بستی میں تھا، جس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ وہی مصلح ہے جس کے بارہ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی اور وہ ایک شخص آج 20، 30 ملین

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں